

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبوبہ حسین شیرین

ملکۂ عجم

یہ ملکہ فارسی اور اردو لٹریچر میں اس قدر مشہور اور حسن و عشق کی دنیا میں
ایسی نامور ہے کہ ہمیں خود ہی تعجب ہے کہ دلگداز میں اس کا نام "حسن کا کرشمہ سازیوں"
...سے عنوان کیوں نہ بنایا گیا۔ فارسی و اردو کا کوئی شاعر نہیں جس نے
...س ناز آفرین ملکہ کی شمع حسن کی شعاعیں اپنی معشوقہ
کے چہرے ... اسی کا پیارا نام یاد دلاتا ہے اور اس کے عالم
فریب حسن کے حالات بہ... ہیں جن میں سب سے زیادہ
ممتاز مولانا نظامی کی مثنوی "خسرو شیرین" ...
مصر کی جدید مصنفہ زینب بنت علی خانم نے اپنی ... المنثور فی
طبقات ربات الخدور" میں قدیم عربی مورخین سے لے کے سیرت ...
بتائی ہے کہ وہ خاص ساسانی خاندان خسروی کی یادگار اور نوشیروان عادل
کی نسل سے تھی جسے نوشیروان نے پرورش کے لیے ایک شریف و معزز رئیس
ایران کے آغوش میں دے دیا تھا۔ اسی کے گھر میں وہ پرورش پاتی تھی۔ اور
خسرو پرویز بھی جو ان دنوں بچہ تھا اسی امیر کے گھر میں آکے شیریں کے ساتھ کھیلا کرتا
تھا۔ یہی کھیلنا ان کے باہمی عشق کا باعث ہو گیا۔ جب ان دونوں بچوں کا ملنا جلنا
اٹھنا بیٹھنا اور باہمی اختلاط و ارتباط اعتدال سے گزرتا نظر آیا تو اس امیر کو خاندان

ساسانی کے وارث تاج و نگین کے لیے یہ حالت خطرناک نظر آئی اور شیرین کو منع کیا کہ خبردار تم صاحب عالم کے ساتھ نہ کھیلا کرو۔ مگر بچپن کی محبت نے دونون کے دلون مین اس قدر جگہ پکڑ لی تھی کہ اس روک کا کچھ اثر نہ ہوا۔ پرویز روز آتا۔ اور اس کے آتے ہی شیرین کو اس کے سوا کسی سے سروکار نہ ہوتا۔

اسی اثنا مین ایک دن شیرین کے اس بے درد مربی نے دیکھا کہ اس کی انگلی مین ایک قیمتی انگوٹھی ہے۔ پوچھا "یہ انگوٹھی تمھین کہان سے ملی؟" بھولی سادہ دل لڑکی نے صاف صاف کہہ دیا "پرویز نے دی ہے"۔ یہ سُن کے وہ شخص اور خائف ہوا۔ اور اپنے ایک خادم کو بلا کے حکم دیا کہ "اس لڑکی کو لے جا کے ابھی وقت دجلے مین پھینک آؤ"۔ خادم اُسے دریا کنارے لے گیا۔ اور گہرے پانی مین ڈھکیل کے ڈبونے کا ارادہ کر رہا تھا کہ شیرین نے رو دھو کے بہت منت سماجت التجا کی کہ "تمھین تو فقط دریا مین پھینکنے کا حکم ہے۔ یہ نہین کہا گیا کہ گہرے پانی مین مجھے ڈبو دو۔ اور مجھے ڈبو کے تمھین کیا مل جائے گا؟ تمھاری قسم اور فرمانبرداری یون بھی پوری ہو سکتی ہے کہ مجھے تھوڑے پانی مین ڈال کے چلے جاؤ۔ مین وعدہ کرتی ہون کہ تمھارے آقا کو میرے زندہ بچنے کا حال کبھی نہ معلوم ہوگا۔ اور نہ شہر مین کسی کو اپنی صورت دکھاؤن گی"۔ خادم کو اس کے رونے پہ ترس آگیا اور شیرین کو گھٹنون گھٹنون پانی مین چھوڑ کے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد شیرین کچھ دیر تک تو پانی ہی مین پڑی رہی۔ پھر چپکے سے نکل کے مسیحی راہبون اور ننون کے ایک دیر (خانقاہ) مین چلی گئی جو کہین وہین قریب تھا۔ ایک خوبصورت پیاری بچی کو روتے اور پناہ مانگتے دیکھ کے راہبون کا دل بھر آیا۔ اس کی پیٹھ پہ شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ اور خود دیر مین رکھ کے پالنے لگے۔ یون شیرین بچپن ہی مین ننون کی صحبت مین رہ کے ایمان دار

مرتاض عابدہ بن گئی لیکن باوجود اس رہبانیت کے وہ انگوٹھی ہمیشہ اس کے ہاتھ میں رہتی جسے وہ سب چیزوں سے زیادہ عزیز رکھتی تھی کیونکہ اسی کو دیکھ کے وہ گذشتہ صحبت عیش اور پرویز کی محبت بھری نگاہ کو یاد کر لیا کرتی تھی۔

اب ادھر تو شیرین اسی دَیر کے اندر ریاضت و رہبانیت کے لباس میں نشو و نما پا کے جوان ہوئی اور ادھر پرویز نے ساسانی تاج و تخت کو اپنی عنفوان شباب کی حوصلہ مندیوں سے زیب و زینت دی۔ اتفاقاً قیصر روم کا سفیر بڑے کرّ و فر اور تزک و احتشام سے دربار خسروی میں آ رہا تھا۔ ایک دن اسی دَیر کے سامنے اس نے پڑاؤ ڈالا۔ اور راہب ہم مذہبی کے باعث اس سے ملے۔ شیرین نے جیسے ہی سنا قیصر کا سفیر ہے اور خسرو پرویز کے پاس جاتا ہے۔ اس کے پاس دوڑی گئی [illegible] اتنا میرا کام کر دیجئے کہ یہ انگوٹھی تاجدار آل ساسان کو پہنچا دیجئے تو میں [illegible] ہوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ حضور شہنشاہ عجم اس کو دیکھ کے بہت خوش [illegible] قدر کریں گے۔ سفیر نے کہا کیا مضائقہ ہے؟ میں خوشی سے پہنچا دوں گا [illegible] لے کے شیرین نے وہ انگوٹھی اُس کے حوالے کی۔ اور بہت تاکید [illegible] سے لے جائیے گا۔ راستے میں کہیں کھو نہ جائے۔

اب سفیر دربار میں پہنچا۔ اور ایک دن موقع پا کے وہ [illegible] خسرو پرویز کے ملاحظے میں پیش کر دی۔ پہلے تو [illegible] اُس نے اٹھالی۔ مگر جب اسے غور سے دیکھا اور پہچانا تو دل دھڑکنے لگا۔ بچپن کی ہزارہا پُر لطف و پُر سرور یادداشتوں نے حافظے پر اس قدر ہجوم کیا کہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ شیرین کی پیاری محبت بھری صورت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی۔ اور بے اختیاری کے جوش میں شاہانہ متانت کو بھول کے پوچھنے لگا "آہ یہ انگوٹھی آپ کو کہاں ملی؟"

سفیر نے ساری کیفیت بیان کر دی۔ اور اس دیر کا پتہ بتادیا۔ فوراً پرویز کے معتمد اُمرا بھیجے گئے۔ جو شیرین کو نہایت کروفر بڑے تزک و احتشام اور شاہانہ جلوس شاہی کے ساتھ قصر شہریاری میں لائے۔

اب شیرین وہ پرانی کھلنڈری لڑکی نہ تھی ملکہ ایک شوخ و ناز آفرین ترچھین اور پری جمال نازنین تھی جس کی ہر ادا دل پر تیر و نشتر کا کام دیتی تھی خسرو پرویز صورت دیکھتے ہی ساری دنیا کو بھول گیا۔ محل کی تمام حسین و مہ جبین حرموں سے دل ہٹ گیا شیرین سے عہد وفا کیا۔ سلطنت کی باگ بھی اُسی کے ہاتھ میں دے دی۔ اور شیرین ملکہ عجم بن کے ساری قلمرو پر حکومت کرنے لگی۔ خسرو اس کا غلام تھا۔ اور ملک میں جو کچھ کرتی تھی وہی کرتی تھی۔ چندروز کے بعد شیرین نے مدائن سے ذرا فاصلے پر کرمان شاہان کے قریب کوہستان کی ایک پر فضا وادی منتخب کی۔ اور اس میں ایک عالیشان قصر تعمیر کرایا۔ جس کے کھنڈر آج تک "قصر شیرین" کے نام سے مشہور ہیں۔

لیکن فردوسی نے شاہنامے میں اور مولانا نظامی نے "خسرو شیرین" میں جو کچھ واقعات لکھے ہیں وہ مذکورہ بالا بیان سے بالکل جدا اور بہت ہی پر لطف ہیں۔ اور ہمارے خیال میں وہی زیادہ صحیح بھی ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں عجمی نژاد مصنفوں نے اپنے قومی روایات اور تاریخ عجم کے اُس ذخیرۂ معلومات سے لے کے لکھا ہے جو اس وقت تک موجود تھا۔ فردوسی نے اگرچہ شیرین کے حالات مشرح طور پر نہیں بیان کیے ہیں۔ مگر اس کے اشعار سے جابجا مولانا نظامی کے بیان کی تصدیق ضرور ہو جاتی ہے۔

نظامی نے اپنی مثنوی میں جو واقعات بیان کیے ہیں یہ ہیں کہ آرمن اور گرجستان میں جہان کے حسن و جمال کی ساری دنیا میں شہرت ہے اُن دنوں

مہین بانو نام ایک ملکہ فرمان روا تھی جس کے پاس شبدیز نام ایک خاص نسل کا گھوڑا تھا۔ اور وہ اس قدر تیز اور سبک خرام تھا کہ کوئی گھوڑا اس کی گرد کو نہ پاتا اسی ملکہ کی بھانجی اور ولیعہد شیرین تھی جس کو عیش و عشرت کے سوا کسی چیز سے سروکار نہ تھا۔ ستر اسی دوشیزہ پری جمال و ماہ طلعت ناز آفرین و مہ جبین لڑکیاں اس کے ساتھ رہتیں۔ اور ہمیشہ وہ کوہ قاف کے پُر فضا مرغزاروں میں سیر کرتی رہتی تھی۔ جہاں کی بہار مزہ دے جاتی وہاں ٹھہر کے جام عیش پیتی۔ سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی سیر و شکار میں مصروف ہوتی۔ اور جب خوب جی بھر کے لطف اٹھا لیتی تو کسی اور وادی کا رُخ کرتی غرض باغ عالم کی بہار دیکھنے کے سوا اُسے کسی چیز سے واسطہ نہ تھا۔ جو لوگ اُسے اور اُس کی سہیلیوں کو کہیں کسی وادی میں دیکھ پاتے ...ا کہ یہ انسان نہیں کوہ قاف کی پریاں کلیلوں پر ہیں۔

شیرین ... قرب و جوار میں مشہور ہوئی۔ حسن پرست نوجوان اُس کی ایک جھل... ئے۔ اور آخر یہ خبر اڑتے اڑتے خسرو پرویز کے کان تک پہ... نوجوان سال ولی عہد تھا۔ وہ سنتے ہی عاشق بیتاب ہو... شاپور کو روانہ کیا کہ کسی تدبیر سے اس فتنہ دوران پری کو ... میں اُڑا لائے۔ شاپور بڑا ہوشیار و ذہین و طباع۔ صاحب علم و فضل اور ... مصور تھا سفر کرکے گرجستان میں گیا اور وہاں سے پتہ لگا کے کوہ قاف کی اس وادی میں پہونچا جہاں حسن شیرین کی کرشمہ سازیوں نے ایک عالم کو محو حیرت بنا رکھا تھا۔ شاپور نے پرویز ہی کی کئی دلکش و دلفریب تصویریں تیار کر لی تھیں جس وادی میں شیرین تھی اس کے خیمے کے قریب ہی رات کے اندھیرے میں جا کے ایک تصویر کو کسی درخت میں لٹکا آیا۔ صبح کو شیرین اور اسکی سہیلیوں

نے اُس تصویر کو دیکھا تو گھبرائیں۔ اور اس راز کی چھپا ہوئیں مگر کچھ نہ سمجھ سکیں
اور یہ کہہ کے ٹال دیا۔ [illegible] دوسرے دن دوسری وادی میں گئیں وہان بھی شاپور کی
چالاکی سے وہی تصویر ایک درخت مین لٹکتی ملی۔ اور تیسرے دن تیسرے مرغزار مین
بھی اُنھین وہی تصویر آویزان نظر آئی۔

اب شیرین نہایت ہی مرعوب و غمگین اور دل مین اس صورت پر فریفتہ تھی سہیلیان
الگ بدحواس ہو رہی تھین اور کسی طرح بھید نہ کھلتا تھا آخر رائے قرار پائی کہ اب
کسی سے اس تصویر کا راز دریافت کرنا چاہیے۔ اور شیرین نے سب ساتھ والیون کو حکم
دے دیا کہ "جو کوئی ادھر سے گزرے اُس سے اس تصویر کا حال پوچھو"۔ اب
موقع پا کے میان شاپور نہایت ہی تہذیب و بے تعلقی کی صورت مین نمودار ہوئے
شیرین کی چند سہیلیون نے دوڑ کے یہ راز پوچھا۔ اور آپ نے تصویر کو بہت ہی
بے لوثی کے تیورون سے دیکھ کے کہا "اول تو یہ راز کہنے کا نہین۔ اور کہا بھی جائے
تو تم سے بیان کرنے کا نہین ہے"۔ لڑکیون نے یہ حال آ کے شیرین سے بیان کیا تو اُسے اور
حیرت ہوئی۔ اشتیاق اس حد کو پہونچا ہوا تھا کہ نہ رہا گیا۔ بے تکلف خود دوڑی گئی اور
کہا "آپ اس تصویر کا راز ان لڑکیون کو اگر نہین بتاتے تو مجھے بتائیے"۔ شاپور نے
سر سے پاؤن تک اسکی صورت دیکھی۔ اور ادب سے جواب دیا "مگر مین اس راز کو
آپ کی ان سہیلیون کے سامنے نہین بیان کر سکتا"۔ شیرین نے فوراً سب کو ہٹا دیا
اور تنہائی مین شاپور سے یہ بھی کہہ دیا کہ "مین اس شخص کے شوق مین بیتاب ہو رہی
ہون۔ خدا کے لیے جلدی بتائیے کہ یہ کون ہے اور کہان رہتا ہے؟"

شیرین کی زبان سے یہ کلمات سن کے شاپور دل مین خوش ہوا کہ میرا
جادو اثر کر گیا۔ اور اپنی تجربہ کاری و جہان گردی کا اظہار کر کے کہنے لگا "یہ تصویر دولت
ساسانی کے ولی عہد اور سلطنت عجم کے وارث تاج و نگین خسرو پرویز کی ہے"۔ اور اس کے بعد

پرویز کی ثنا و صفت جو بیان کرنا شروع کی تو سلسلہ ختم ہونے ہی کو نہ آتا تھا تعریفون کے پل باندھ دیے۔ اور تصویرون کے ذریعہ سے جو چنگاری شیرین کے دل مین ڈالی تھی اُسے دھونکتے دھونکتے اس شدت کو پہونچا دیا کہ شعلے اُٹھنے لگے۔ اور اُن کی حدت سے بیتاب و بیقرار ہو کے شیرین نے کہا "افسوس اب مین کیا کرون! نہ کوئی مونس و انیس ہے نہ کوئی ہمدم و ہمراز۔ اور بات ایسی نہین کہ زبان پر لاؤن۔ تم ہی کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ دل کو قرار آئے"۔ شاپور نے پہلے تو ٹالا۔ مگر جب اُسے حد سے زیادہ بیتاب پایا تو کہنے لگا "ملکہ سچ یہ ہے کہ شاہزادہ پرویز آپ سے زیادہ آپ کے مشتاق اور آپ کے شوق وصال مین بیتاب ہین۔ اور مین اُنھین کا بھیجا ہوا آیا ہون۔ یہ تصویرین [illegible] آپ کی گذرگاہون مین لٹکائی تھین تاکہ آپ کو ان کی طرف متوجہ کرون" [illegible] شوق مین ہر مصیبت کے جھیلنے اور ہر چیز کے چھوڑنے کو تیار تھی۔ [illegible] نے یہ تدبیر بتائی کہ "اپنا راز کسی سے نہ [illegible] کے شکار کرنے کی اجازت [illegible] کہو سیر کرتی ہوی شہر [illegible] مانگو۔ اور جب وہ اجازت دین تو اس [illegible] کہ اپنی سہیلیون کے ساتھ رہو پھر اُسے ایڑ بتا دو۔ اور ایران کا [illegible] نہ پائے گا۔ اور تم چند روز مین مدائن پہونچ جاؤ گی۔ وہان سیدھی محل مین جانا۔ اور دیکھ لینا کہ ان تصویرون سے بدرجہا زیادہ اس کا حسن جمال اور اُس کی خوبیان ہین یا نہین؟ وہ صورت دیکھتے ہی تمھین ہاتھون ہاتھ لے گا۔ تمھارا غلام بن جائے گا۔ اور جو کہو گی وہی کرے گا"

ادھر شاپور کے آنے کے بعد پرویز پہ یہ افتاد پڑی کہ اسوقت کے سپہ سالار عجم بہرام چوبینہ کو جو خاندان شاہی سے تھا تاج و تخت حاصل کرنے کی ہوس ہوئی اور کوشش کرنے لگا کہ خسرو پرویز کو باپ کی نظر مین مشتبہ باغی ثابت کر کے

خود ولی عہد سلطنت بن جائے۔ چنانچہ اس نے پرویز کے نام کے سکے بنوا کے مختلف شہروں میں پھیلا دیئے اور مشہور کر دیا کہ پرویز نے باپ کی زندگی ہی میں اپنا سکہ جاری کر دیا۔ اور بادشاہ ہرمز کو ادھر توجہ دلا کے بیٹے کے خلاف کر دیا۔ غائبانہ باپ نے چند سرداروں کو حکم دیا کہ پرویز کو اسی وقت گرفتار کر کے حاضر کرو۔ مگر کسی خیر خواہ نے اُن سرداروں سے پہلے چھپ کے پرویز کو خبر کر دی۔ وہ گھر سے بھاگا۔ مگر چلتے وقت محل کی منتظم عہدہ داروں کو حکم دیتا گیا کہ شیرین نام ایک مہ جبین شہزادی یہاں پوچھتی ہوئی آئے تو اسکی عزت و حرمت کرنا۔ اور اس کے ہر حکم کو بجا لانا" پرویز نے گھر چھوڑ کے ارادہ کیا کہ گرجستان کی راہ لے اور مہین بانو کے ہاں پناہ لے۔ شیرین مہ جبین سے ملنے راستے میں ایک چشمے پر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا شیرین اُس چشمے میں اتر کے نہا رہی تھی کہ پرویز جا پہنچا۔ دونوں ایک دوسرے کے دیدار سے متاثر ہوئے۔ مگر چونکہ نہ پہچانتے تھے اور نہ کوئی تعارف کرانے والا تھا دونوں مشتاقوں نے دل میں کہا جس کے شوق میں ہم جاتے ہیں وہ اس سے زیادہ صاحب جمال ہے" اور اپنی اپنی راہ لی۔ شیرین پرویز کے محل میں پہنچی اور ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ مگر پرویز کے نہ ہونے سے بد حواس و خفا رہتی۔ اس کے محل میں دل نہ لگا۔ آب و ہوا موافق نہ آئی چنانچہ اس کے حکم سے مدائن سے دور پہاڑوں اور گھاٹیوں کے اندر ایک عالیشان قصر تعمیر کیا گیا جس میں ٹھہر کے وہ خسرو پرویز کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگی۔

ادھر پرویز گرجستان میں پہنچا مہین بانو نے حاضر ہو کے سر نیاز جھکایا اپنا مہمان بنایا۔ جا بجا کی سیر کرائی۔ اور ہر طرح کا سامان عیش فراہم کر دیا۔ مگر خسرو کو بغیر شیرین کے چین نہ آتا تھا۔ اسی اثنا میں شاپور اُس سے آ کے ملا۔ اور اُسے روانہ کیا کہ مدائن میں جا کے شیرین کو واپس لائے۔ شاپور گیا۔ اور شیرین کو سمجھا بجھا کے

اور پرویز کا شوق دلا کے گرجستان کی طرف لے چلا۔
اس درمیان مین بدخواہون نے بادشاہ ہرمز کی آنکھون مین سلائی پھیر کے اُسے اندھا کر دیا۔ اور وہ سلطنت سے دست بردار ہونے پر تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اُسے پرویز کی بے گناہی معلوم ہوئی۔ فوراً لوگ دوڑے کہ پرویز کو لا کے تخت پر بٹھائین۔ ڈھونڈھتے اور پتہ لگاتے ہوے گرجستان مین پہونچے۔ ہرمز کے اندھا کر دیے جانے کا ماجرا سنایا۔ اور تاکید کی کہ جلدی چل کے تخت پر بیٹھے۔ ورنہ دشمنون کو دراندازی کا موقع مل جائے گا۔ ان لوگون کے مشورے سے پرویز مدائن مین واپس آ کے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور شیرین ... [illegible] پہونچ کے ندامت کے ساتھ مہین بانو اور اپنی سہیلیون سے ملی۔ بہرحال ... [illegible] ان عشق کو ملنے کا موقع نہ ملا۔ شیرین گرجستان مین ... [illegible] مدائن مین ساسانی سریر شاہنشاہی پر ... [illegible]
سرگرم رہی ... [illegible] پرویز کی تخت نشینی ... [illegible] شہور کیا کہ خود پرویز نے باپ کو اندھا کر دیا۔ اور ایسا ناخلف بیٹا ... [illegible] نہین ہو سکتا۔ اس واقعے کو اس نے اس درجہ شہرت دی کہ سارا ... [illegible] ہو گیا اور ایسی نازک حالت مین بہرام فوج لے کے چڑھ آیا۔ پرویز ... [illegible] بنی۔ تاج و تخت چھوڑ کے بھاگا۔ اور شیرین کے شوق مین پھر گرجستان کی راہ لی۔ اب کی مہین بانو کی قلمرو مین پہونچ کے وہ اپنی محبوبہ شیرین سے ملا۔ دونون ایک دوسرے کے رخ زیبا کے پروانے بن گئے اور مسلسل جشن منائے جانے لگے۔ مے ارغوانی کا جام گردش کرنے لگا چنگ و ارغنون بجنا۔ اور ہر وقت صحبت عیش گرم رہتی۔ ... دونون کی صحبت کا رنگ اور ان کا میل جول دیکھ کے ایک دن

مہین بانو نے تنہائی مین شیرین کو سمجھایا کہ حسن وجمال کے غرور۔ شباب کے نشے۔ اور عشق ومحبت کی ترنگ مین آپے سے نہ گزرنا اور شاہزادون کے ہاتھ کا کھلونا نہ بن۔ پرویز اگر ایران کا شاہزادہ ہے تو تو بھی گرجستان اور آرمن کی شاہزادی ہے۔ لہذا اپنی اس عزت وحرمت کو ہاتھ سے نہ دے اور پرویز کا یہ عشق اسی وقت تک ہے جب تک اسے تجھ پر قابو نہین ملتا۔ ذرا بھی وہ کامیاب ہوگیا تو پھر تیری حالت انھین لونڈیون اور کنیزون کی سی ہو جائے گی جو شاہان عجم کے محلون مین بھری رہا کرتی ہین۔ اپنا بھلا چاہتی ہے تو پرویز جب تک علانیہ اصول شرع سے تجھے اپنی ملکہ بنانے اور خاص محل بنانے کا وعدہ نہ کرے اُس وقت تک اسے اپنے بدن مین ہاتھ نہ لگانے دے۔ شیرین نے مہین بانو کی نصیحت پر پوری طرح عمل کرنے کا مضبوط وعدہ کیا۔ اور پھر پرویز کے جشن عیش مین جا بیٹھی۔

اسی طرح چنگ وارغنون کا نغمہ بلند ہوا۔ مے ارغوان کے جام چلنے لگے۔ صد ہا پری وش جادو نگاہین شریک عیش تھین جن کے ساتھ پرویز و شیرین کوہ وصحرا مین شکار کھیلتے۔ چوگان بازی مین مصروف ہوتے۔ مرغزارون کی سیر کرتے۔ اور جس جگہ کا منظر بھا جاتا وہان بیٹھ کے شراب پیتے ان صحبتون مین پرویز نے بارہا کوشش کی کہ شیرین کو آغوش شوق مین کھینچے۔ اور مے ارغوان کے ساتھ مے وصال سے بھی سیراب ہو۔ مگر شیرین دور ہی دور رہتی۔ اور ہمیشہ ایسے موقعون کو ٹال جاتی۔ آخر ایک دن جبکہ پرویز نہایت ہی مخمور تھا۔ اور آرزوے وصال مین بیتاب وبیقرار ہو رہا تھا۔ اس نے شیرین کو اپنی طرف کھینچنا چاہا۔ شیرین نے آج پہ صاف صاف کہہ دیا کہ نہ مین کوئی بازاری عورت ہون نہ آپکی لونڈی۔

آبائی تاج و تخت کھو کے آپ یہاں پڑے ہیں۔ اور اپنی حالت کا اندازہ نہیں کرتے۔ پہلے جا کے باپ کی سلطنت پر قبضہ کیجیے۔ پھر شرعی آئین سے مجھے اپنی ملکہ بنائیے۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ میری آبرو لے لیں۔ اور میں زندگی بھر کے لیے بدنام و نامراد رہوں!!

پرویز نے پھر آغوش شوق کھولا۔ اور معشوقۂ مہ جبین نے پھر وہی عذر کیا۔ اسی میں دیر تک دونوں میں اصرار و انکار ہوتا رہا۔ آخر پرویز کے دل کو سخت صدمہ پہونچا۔ اور طیش میں آ کے ترکستان سے چلا گیا۔ گو ایران کی قلمرو میں قدم رکھنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی سیدھا [illegible] قسطنطنیہ پہنچا کہ قیصر سے باپ کی سلطنت حاصل کرنے میں مدد [illegible] کے آنے کا حال سنا تو بڑی دھوم سے استقبال کیا۔ فرزند [illegible] ا۔ اپنی بیٹی شاہزادی مریم اس کے عقد نکاح میں دے دی۔ اور [illegible] ملکہ اور ولی عہد سلطنت کی [illegible] ان ہوئی۔ اور اس کے بعد کافی فوج [illegible] سپہ سالار کو ساتھ کیا کہ مملکت فارس پر اس کا قبضہ کرا [illegible] کے مملکت عجم میں داخل ہوا [illegible] رنگ بدلنے لگا۔ رعایا پرویز کی طرفدار تھی جیسے ہی لڑائی ہوئی۔ اور بہرام چوبینہ شکست کھا کے ترکستان اور چین کی طرف بھاگ گیا۔ عنان سلطنت پھر پرویز کے ہاتھ میں آ گئی۔ اور تاج و تخت ساسانی کا وہی مالک تھا لیکن اب اس کے جان و مال کی مالک اور اس کی اصلی ملکہ مریم تھی۔ جو جوش رقابت سے خسرو پرویز کو کسی حرم کے پاس بھی نہ جانے دیتی۔ اس اطمینان و فارغ البالی کے وقت پرویز کو پھر شیرین یاد آئی۔ اس لیے کہ

شیرین نے اس کے دل و دماغ مین اتنی جگہ پیدا کرلی تھی کہ بغیر اُس کے پرویز کو زندگی بے مزہ معلوم ہوتی۔ مگر مجبور تھا۔ اور اپنے کیے پر پچھتاتا تھا۔ اُدھر شیرین بھی اُس کے شوق مین حیران تھی۔ اور اپنے آپ کو برا کہتی کہ مین نے اُس سے کیون بگاڑی۔ خلاصہ یہ کہ عشق نے دونون پرجوش دلون مین آگ لگا رکھی تھی۔ خسرو رات دن شیرین کی یاد مین پیر دُھنتا۔ اور شیرین خسرو کے فراق مین زار و قطار روتی اور انگارون پہ لوٹتی تھی اتنے مین مہین بانو مرگئی۔ اور اس کے تاج و تخت کی وارث شیرین ہوئی پھوپھی کے مرنے کا شیرین کو بڑا غم ہوا۔ اس لیے کہ اب اگلی فارغ البالی رخصت ہوگئی۔ اور ملکی ذمہ داریون کا بار خود اس کے نازک اور دُکھے ہوے دل پر پڑ گیا۔ اسی اثنا مین شاپور جس نے پہلے پہل اس کے سادے دل مین محبت و عشق کا ذوق و شوق پیدا کیا تھا آ پہونچا۔ اور جب اس کے سامنے شیرین نے اپنا دردِ دل ظاہر کیا تو اس نے کہا ”جو حال آپ کا ہے وہی تاجدار عجم شہریار پرویز کا بھی ہے۔ مجبوری سے مریم کے ساتھ نباہ رہے ہین۔ اصل مین وہ اسیر آپ ہی کی زلف گرہگیر کے ہین۔ مناسب تدبیر یہ ہے کہ آپ سلطنت کو کسی معتبر شخص کے قبضے مین چھوڑ کے ایران مین چلین۔ اور کوہ بےستون پہ اپنے قصر مین رہین۔ آپ جب وہان قریب موجود ہون گی تو مریم کا کچھ زور نہ چلے گا اور ہمارے بادشاہ آپ ہی کے ہو جائین گے“ شیرین نے یہ تدبیر پسند کی۔ مدار المہام سلطنت اپنے ایک غلام کو بنا کے حکومت و فرمانروائی اس کے ہاتھ مین دی۔ اور خود شبدیز پہ سوار ہو کے کچھ مال و دولت اور زر و جواہر جو اُٹھ سکا ساتھ لیا

ساتھ لیا۔ اور شاپور کی رفاقت میں ملک ایران کی راہ لی۔ اور منازل سفر طے کرکے اپنے قصر بے ستون میں دولتمندانہ شان و شوکت سے رہنے لگی۔

لیکن مریم محبوبۂ پرویز اس قدر سخت نگرانی کرتی تھی کہ شیرین کو یہاں آئے ایک مدت ہو گئی۔ مگر دونوں دل از دست دادہ عاشقوں کو ایک دوسرے کا دیدار کبھی نہ نصیب ہو سکا۔ خسرو اور شیرین اپنی اپنی جگہ پر دونوں مضطر و مضطرب تھے۔ مگر زور کسی کا نہ چلتا تھا۔ فقط شاپور جا کے پرویز سے ملتا۔ اسی کے ذریعے سے دونوں میں نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور وہ بھی ایسی رازداری کے ساتھ کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔

آخر ایک دن زندگی سے عاجز آ کے خسرو پرویز نے مریم سے خوشامد اور التجا کے لہجے میں کہا ... شیرین کو اپنے محل میں لا کے رکھوں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ تمہاری ... اطاعت سے باہر نہ ہوگی۔" مریم نے کہا "مجھے بیوقوف نہ بناؤ۔ اگر شیرین ... کی رہ کی رہیں گی؟ مجھے اتنا بے عقل نہ سمجھو کہ خود ... گی۔ اور ایک رقیب عورت کو تمہارے پہلو میں لائے ... امید نہ رکھو۔" پرویز نے پھر اصرار کیا تو وہ مارے غصے سے ... اور غصے سے جواب دیا کہ "یہ قیامت تک نہ ہوگا۔ میں کچی گولیاں نہیں کھیلی ہوں۔ سنو میں صاف صاف کہتی ہوں اور تمہارے کان کھولے دیتی ہوں کہ شیرین نے میرے محل کے اندر قدم رکھا اور اس پر اصرار دہ نہ چلا تو گلے میں پھانسی ڈال کے اپنی جان دے دوں گی۔" یہ سن کے خسرو بے ہوش سا ہو گئے رہے۔ اور پھر کبھی مریم کے سامنے شیرین کا نام زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ساتھ ہی مریم نے اور زیادہ دیکھ بھال

شروع کر دی اور اب خسرو کی اتنی مجال نہ تھی کہ چند گھڑیوں کے لیے بھی اس سے جدا ہو سکے۔

آخر جب پرویز کا مریم پر کوئی زور نہ چلا۔ فراق شیرین میں بیقراری و بیتابی حد سے گزر گئی تو ایک دن اُس نے شاپور کو بلا کے کہا "اب تو صبر و شکیب کی طاقت نہیں سلطنت عذاب ہے۔ اور زندگی بے مزہ۔ تم ہی ہمیشہ کام آیا کیے ہو اور تمہیں نے شیرین کے شمع رخسار کا پروانہ بنایا ہے۔ مریم کی خوشامد درآمد کی بے عزتی و ذلت گوارا کی۔ مگر وہ ایسی سنگدل ہے کہ کسی طرح میری حالت زار اور میرے دل بے قرار پہ اُسے ترس نہیں آتا۔ اب ہم مجبور ہیں کہ اُسے فریب دیں گے اور اُس سے چھپا کے آرزوے دل حاصل کریں۔ شاپور۔ کسی حکمت اور کسی تدبیر سے شیرین کو بھیس بدلوا کے اور چھپا چھپا کے یہاں لاؤ۔ تاکہ مریم کا منھ کالا کر کے ہم اسی محل میں صحبت عیش گرم کریں اور شیرین اور میں دونوں ایک دوسرے کے وصال سے شادکام ہوں۔ شیرین چونکہ ہمیشہ شاپور کے پھسلانے میں آ گئی تھی۔ اُس نے وعدہ کر لیا کہ میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ اور شیرین کو لے آؤں گا۔

وعدہ کر کے شاپور روانہ ہوا۔ بیستون پہنچ کے شیرین تک پہونچا اور اسیر عشق ملکہ سے ہو کر جیسا [illegible] ان باتوں میں [illegible] اور خسرو پرویز کے وصال کا شوق دلایا [illegible] یہاں تک کہ حرف مطلب زبان سے نکالا۔ اور کہا "اب مریم [illegible] اور اپنی حرکت سے ملکہ اندازہ ہو گیا ہے دل کو آزار پہونچا [illegible] زر و گوہر [illegible] کے لیے آپ [illegible] لی لیجیے اور میرے ساتھ چلیے۔ اسی بے رحم سوت کے محل کے اندر چل کے جہان پناہ سے ملیے۔ اور چپکے چپکے صحبت عیش گرم کر کے بامراد اور شادکام ہو جیے

ایک دن کھلے گا اور مریم کو معلوم ہو گا تو اپنی بے نصیبی دیکھ کے کیسی انگاروں پہ لوٹے گی؟" شاپور کے یہ الفاظ سن کے شیرین کو غصہ آ گیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اور بولی کہ "تم نے یا تمھارے بادشاہ نے مجھے سمجھا کیا ہے؟ میں کوئی آوارہ خانگی ہوں یا بازاری کسبی؟ جو تم یوں بے شرمی اور بے حیائی سے میری آبرو لینے کے درپے ہو؟ سنو میں بھی ایک وسیع ملک اور ایک سرسبز و شاداب سرزمین کی ناز پروردہ ملکہ ہوں۔ مجھے نہ پرویز کی سلطنت کی پروا ہے۔ نہ اس کے تاج و تخت کی۔ میں محبت کی دیوانی اور الفت کی بندی ہوں جس کی بدولت اپنی سلطنت اور تاج و تخت چھوڑ کے آ[illegible] اور اپنے [illegible] کوسوں دور غیر آباد پہاڑوں اور وادیوں میں [illegible] بیٹھی ہوں کہ شاید قسمت کسی دن مددگار ہو تو انتظام اور سفر کی [illegible]ے۔ مگر پرویز کے دل میں ایسا ہی ایک جا[illegible] اور ایسے بے شرمی [illegible] کی بالکل پروا [illegible]۔ اس سے کہو کہ تیرا تاج و تخت تجھے مبا[illegible] تجھے مبارک [illegible] یہ خیال دل سے نکال ڈال۔ اور پھر کبھی یہ [illegible] میں خلل نہ ڈالنا! افسوس میں کیسی بدنصیب ہوں؟ اور کیسی تمنا [illegible] کہ تیرے جال میں آ کے اور خسرو کی دیوانی بن کے اپنی زندگی خراب کی! اے میری جوانی برباد ہوئی۔ میرا عیش و آرام خاک میں مل گیا۔ بس اسی لیے رہ گئی ہوں کہ یہاں کے پہاڑوں میں بیٹھ کے مریم کے مرنے کا انتظار کروں اسے جام عیش پیتے دیکھوں۔ اور خون کے گھونٹ پیوں۔ شاپور یاد رکھو کہ میں مر جاؤں گی مگر اس بے عزتی اور ذلت و رسوائی کو ہرگز گوارا نہ کروں گی۔ یا تو پرویز کی منکوحہ بی بی۔ اس کی معزز محبوبہ۔ اور اس کی خاص ملکہ بنوں گی

اور یا اسی حرمان نصیبی مین جان دون گی۔ پرویز سے کہہ دو کہ اگلے عیش اور اگلی صحبتون کو بھول جائے۔ اور یہ سمجھے کہ شیرین مر گئی۔ اب اگر اُس نے کبھی یہان آنے کا بھی قصد کیا تو نہ ملون گی۔ اس قصر بے ستون کے اندر نہ قدم نہ رکھنے پائے گا۔ اور نہ کبھی شیرین کی صورت دیکھے گا۔ اور نہ خبردار تم کبھی یہان آنا۔ مین نے تم کو اور تمھارے بادشاہ دونون کو چھوڑا!" یہ سن کے شاپور کو ساری زبان آوری و مکاری بھول گئی۔ اُس کی خوشامد کرنے لگا اور کہا "مریم کی طرح تم بھی اپنے نیمجان و ستم زدہ عاشق کے حق مین بے رحم نہ ہو جاؤ۔ اسکی زندگی خراب ہے۔ نہ راتون کو نیند آتی ہے اور نہ دن کو کسی حال مین چین پڑتا ہے۔ بلکہ جہان آپ پھر آرام مین ہین۔ یہان ایک کونے مین خاموش بیٹھی ہین اور کوئی آپ کے افکار و مشاغل مین خلل انداز نہین ہو سکتا۔ مگر وہ اس اطمینان سے بھی محروم ہین۔"

شیرین "ہون مجھے کیا؟ مین اس کی ذمہ دار نہین۔ مین نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اور صاف لفظون مین کہہ دیا تھا کہ مجھ سے اُن سے کس طرح اور کس صورت مین نبھ سکے گی۔ اسی پر وہ بگڑ کے چلے گئے۔ اور قسطنطنیہ مین جا کے مریم سے شادی کر لی!"

شاپور "اچھا تم کو وہان چلنا نہین گوارا ہے تو مین خود حضرت جہان پناہ کو یہان لے آؤن؟ وہ کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ کر کے ضرور آئین گے!"

شیرین "ہرگز نہین۔ اب تو جب تک مریم ان کے محل مین موجود ہے قصر شیرین کا دروازہ اُن کے لیے نہین کھل سکتا۔ اُن کو منع کر دینا کہ ہرگز ادھر کا قصد نہ کرین اور آئین گے تو نامراد واپس جائین گے۔ اور یہ بھی کہہ دینا کہ اگر مین یہان ستائی گئی تو اپنے وطن چلی جاؤن گی۔" شاپور شیرین کی آشفتہ مزاجی و برہمی دیکھ کے خاموش ہو رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس جا کے سب گفتگو خسرو پرویز سے بیان کر دی۔ اسے معشوقۂ شیرین ادا کی اس بے التفاتی سے بڑی مایوسی ہوئی۔ اور پھر اُسی طرح اُسکی یاد مین سر دھننے لگا۔"

اب شیرین اپنے قصر بے ستون مین اور خسرو پرویز اپنے ایوان شہریاری مین ایک دوسرے کے شاکی اور ایک دوسرے کے غم ہجران مین مبتلا تھے کہ ایک نیا گل کھلا

شیرین کو نزاکت طبع کی وجہ سے دودھ کے سوا کوئی غذا مرغوب نہ تھی۔ اور اس کا قصر پہاڑ کے ایک ایسے ٹیلے پر تعمیر ہوا تھا۔ جس کے چارون طرف گہری گھاٹیان تھین اور سنگستانی نشیب و فراز اور کوہستانی پیچیدگیون کی وجہ سے وہان تک پہونچنا دشوار تھا۔ اور جو جانا چاہتا دیر مین پہونچ سکتا۔ مویشیون کا گلہ ایک ایسے مرغزار مین تھا جہان سے قصر مین تازے دودھ کا پہونچنا بہت ہی مشکل تھا جو لونڈیان روزانہ دودھ لانے پر مامور تھین اُن کو بڑی محنت پڑتی اور پھر بھی دودھ وہان پہونچتے پہونچتے خراب ہو جاتا۔ اسکی شکایت شیرین نے شاپور سے کی اور کہا، یون تو مین [illegible] اگر دودھ نہ ملنے سے اور ہلاک ہو رہی ہون۔ چراگاہ تک کوئی [illegible] ایسا ہو [illegible] لونڈیان آسانی سے دودھ لے آیا کرین اور اگر دودھ [illegible] کے یہان پہونچنے کا کوئی [illegible] مین تمھاری نہایت شکر گزار رہونگی"

شاپور نے کہا میرا ایک بچپن کا [illegible] عدیم المثال مہندس معمار اور کوہکن ہے۔ پتھر اس کے آگے موم ہے۔ ان کمالات مین دنیا بھر مین کوئی اس کا مدمقابل نہین۔ اگر اس سے کہا جائے تو مجھے یقین ہے کہ چراگاہ کے مرغزار سے حضور کے قصر تک ایک ایسی نہر کھود دے گا کہ اُس مین اگر وہان دودھ ڈالا جائے تو دم بھر مین سب کا سب یہان پہونچ جائے گا۔ شیرین نے کہا اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ تم اسے بلواؤ۔ شاپور نے کہا بہت خوب۔ اور دوسرے دن فرہاد کو لا کے قصر شیرین کے دروازے پر کھڑا کر دیا۔ شیرین چلمن کی آڑ مین جیٹھی سامنے فرہاد کو عزت سے بٹھایا! اور اس سے [illegible] ضرورت بیان کی۔

شیرین کی آواز ایسی دلکش تھی اور اس مین ایسا کچھ اثر تھا کہ جو سنتا فریفتہ ہو جاتا

چنانچہ اُسکی آواز سنتے ہی فرہاد دل ہاتھ سے کھو بیٹھا اور اس سے کچھ ایسی بیتابی و بیقراری ظاہر ہوئی کہ شیرین بھی سمجھ گئی۔ اور ایک نازو انداز کے لہجے مین اُس سے فرمائش کی کہ میرے گلے کی چراگاہ سے اس قصر تک ایک ایسی صاف اور سیدھی نہر کھود کر ڈالا جائے تو دم بھر مین بہکے یہان آجائے۔ اور یہ مصیبت دور ہو جو دودھ کے نہ ملنے سے پیش آرہی ہے" فرہاد کے دل ناصبور کو کیا عذر ہو سکتا تھا۔ فوراً قبول کر لیا اور تیشہ کندھے پر رکھ کے چلا کہ معشوقۂ دلربا کے حکم کی تعمیل کرے۔

فوراً اُس نے چراگاہ سے قصر تک ایک سیدھا خط قائم کرکے اونچی چٹانون کو کاٹنا اور نیچی گھاٹیون کو پاٹنا شروع کیا۔ اس جانکاہ کام مین ہر وقت شیرین کی آواز اس کے کان مین گونجتی رہتی۔ اس کی خیالی تصویر آنکھون کے سامنے ہوتی۔ اور تیشے کی ہر ضرب شیرین کا نام لے کے لگاتا۔ غرض دل مین ایسا ذوق و شوق تھا کہ عشق کی معجزنمائی نے ایک ہی مہینے مین اُس کے ہاتھ سے جوئے شیر جاری کرادی ساتھ ہی سارے کوہ و دشت اور گرد و نواح کی بستیون مین اس کے عشق کی بھی شہرت ہو گئی ہر گھر مین اُس کے واقعے بیان کیے جاتے اور ہر زبان پر اُسکی بیتابیون کا تذکرہ تھا۔ اس نہر کو اول سے آخر تک سنگ رخام جڑ کے اور ایسا مناسب ڈھلاؤ قائم کرکے اس خوش اسلوبی سے بنایا تھا کہ جو دیکھتا نقش حیرت بن جاتا۔ اس نہر کی مسافت تقریباً دو فرسخ یا پانچ میل کی تھی۔ قصر کے پاس سنگ رخام کا ایک خوبصورت حوض بنایا تھا جس مین دودھ گرکے جمع ہو جاتا۔ اور چراگاہ سے اس کی گوالنین جتنا دودھ ڈالتین بہکے قصر کے حوض مین پہونچ جاتا تھا۔

شیرین نے اس نہر اور حوض کو دیکھا اور اُس کے ذریعے سے آپ سے آپ دودھ پہونچنے لگا تو بہت ہی خوش ہوئی۔ فرہاد کو اپنے سامنے بلا کے بے انتہا شکریہ ادا کیا۔ اُس کے کمال کی حد سے زیادہ تعریف کی اور کانون کی آنیتون مین سے چند لعل شب چراغ

"گو میرے بہا نکال کے اُسے دیے اور کہا میری شکر گذاری کی یادگار میں اس ہدیے کو قبول کیجیے" فرہاد نے شکریے کے ساتھ اُن جواہرات کو لے تو لیا مگر لیتے ہی شیریں کے قدموں پر نچھاور کر کے ڈال دیا۔ اور یہاں سے اُٹھا تو جوش جنون میں کوہ و بیابان کی راہ لی۔ ہر قدم پر شیریں کا نام لے کے پکارتا۔ غم فراق میں سینہ کوبی کرتا۔ اور انسان کی صورت سے بھاگتا۔ چند ہی روز میں کوہ و صحرا اُس کی آہ و زاری سے گونج اٹھے۔ اور دنیا بھر میں اس کے عشق کی دھوم ہو گئی۔

لوگوں نے یہ خبر پرویز کو پہونچائی اور کہا اُس کے آتشبار نالوں سے پہاڑ دل کے سینے شق ہوئے جاتے ہیں تو شیریں کے نازک دل پر کہاں تک اثر نہ ہو گا خسرو پرویز ... کی بابت پریشان ہوا۔ پہلے ارادہ کیا کہ اپنے اس کوہ کن رقیب کو مروا ڈالے۔ ... کہ خون خطرے سے خالی نہیں۔ قاصد بھیجے کہ کوہ و دشت میں جہان ... ڈھو ... اس لاؤ۔ دیکھوں تو کیسا آدمی ہے۔ لوگ گئے۔ پہاڑوں کی خاک چھان کے ا ... چلو تمھیں صاحب تاج و دیہیم خسرو پرویز نے بلایا ہے" اس نے کہا جاؤ اپنا کام ... کے سوا کسی کو جانتا ہی نہیں۔ مجھے بادشاہ سے مطلب نہ وزیر سے۔ میں کسی ... کے کیا کروں گا؟" انکار قاصدوں ... حضور جہان پناہ تمھیں ملکۂ جہاں شیریں سے ملائیں گے۔ اور اس کو جمال ... زیارت کرائیں گے۔ شیریں سے ملنے کی تمنا ہے تو جہاندار پرویز کے پاس چلنے سے کیا عذر ہو سکتا تھا فرہاد نے مدائن کی راہ لی اور سیدھا قصر شہریار میں ... جا کے پرویز ... پرویز نے اس کا وحشت ناک چہرہ دیکھا اُسکے جنون زدہ ... لے دیکھے اور طرح طرح کے سوالات شروع کیے فرہاد ہر سوال کا تیکھا ہوا جواب دیتا کہ پرویز اپنا منہ لے کے رہ جاتا۔ اسکے ہر کلمے جوش اور ہر دلولہ انگیز جواب پر پرویز ... کر جاتا۔ اور کوئی جواب دین نہ پڑتا۔ اس نے ہزار کوشش کی

کہ فرہاد شیریں کے خیال سے دست بردار ہو جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔
پرویز نے رقیب کی یہ حالت دیکھی تو بہت گھبرایا۔ اور پھر ارادہ کیا کہ کسی تدبیر سے اسے مروا ڈالنا چاہیے۔ ورنہ یہ میرا عیش بے مزہ کر دے گا۔ مشیران سلطنت سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا "اس کا قتل حضور کو اور بھی بدنام کرے گا جس قدر کہ اس کے عشق کی شہرت ہو چکی ہے۔ بہتر ہو گا کہ اسے کسی ایسے کام میں لگا دیجیے جس کا پورا ہونا غیر ممکن ہو۔ اور اگر اس کام کے کرنے میں عذر یا تامل کرے تو شیریں کا واسطہ دلائیے۔ شیریں سے ملانے کا وعدہ کیجیے۔ خواہ مخواہ قبول کرے گا۔ پھر اس کے بعد نہ وہ کام کبھی ہو چکے گا! اور نہ اس کی نوبت آئے گی کہ یہ اپنا وعدہ پورا کرانے کے لیے دربار میں آئے۔ خسرو کو یہ تدبیر بہت ہی اچھی معلوم ہوئی۔ اور فرہاد سے کہا "اچھا ایک بات سنو۔ میرے راستے میں یہ کوہ بیستون پڑتا ہے جس کی وجہ سے مجھے اپنے مشرقی صوبوں میں جانا سخت دشوار ہے۔ تم تو اعلیٰ درجے کے مہندس اور یکتائے روزگار کوہکن ہو اگر توجہ کرو گے تو دم بھر میں اس پہاڑ کو کاٹ کے برابر کر دو گے۔ اور مشرق کی طرف جانے کا صاف ستھرا راستہ بن جائے گا۔ فرہاد نے اس کے قبول کرنے میں ذرا تامل کیا تو پرویز نے کہا "میں تمھیں اسی محبوبۂ پری جمال شیریں کا واسطہ دلاتا ہوں جس کے لیے تم نے جوئے شیر جاری کی ہے کہ میرے لیے کوہ بیستون کو بیچ میں سے کاٹ کے پھینک دو۔ فرہاد نے جوش عشق میں کہا "اچھا اگر آپ وعدہ کریں کہ شیریں کے عشق سے دست بردار ہو کے اس محبوبہ کو میرے لیے چھوڑ دیں گے تو وعدہ کرتا ہوں کہ جہاں تک بنے گا آپ کا یہ سوال پورا کر دوں گا۔ فرہاد کی اس بیباکانہ درخواست پر خسرو کو بڑا غصہ آیا۔ مگر اس غصہ کا اظہار مناسب نہ معلوم ہوا۔ اور وعدہ کر لیا کہ اگر تم کوہ بے ستون کو کاٹ ڈالو گے تو میں شیریں کے عشق سے دست بردار ہو جاؤں گا اور اسے تمھارے حوالے کر دوں گا"!

اب کیا تھا؟ فرہاد اپنا تیشہ لے کے چلا۔ اور کوہ بیستون کو کاٹنا شروع کیا
اور عشق نے اس بلا کی دُھن پیدا کر دی تھی کہ تھوڑے ہی زمانے مین پہاڑ کو اوپر
سے نیچے تک کاٹ کے بہت ہی وسیع اور صاف ستھرا راستہ نکال دیا۔ اسی قدر نہین
اس نے اپنے عشق کی فرمائش سے اس سڑک کے پہلو مین چٹانون مین کھود کے
خسرو پرویز کے لشکر شکار گاہ۔ اور شیرین مہ جبین کی تصویرین ایسے کمال چابکدستی
سے بنا دین کہ دیکھنے والے عش عش کر جاتے۔
فرہاد بیستون کو شیرین کا نام لے لے کے کاٹ رہا تھا کہ کسی نے جا کے شیرین
کو خبر کی کہ تمھارا عاشق اس سر بفلک پہاڑ کو تمھارا نام لے لے کے کاٹے ڈالتا ہے جو اصل
واقعے سے آگاہ نہ تھی۔ مگر دل مین نقش تھا کہ یہ میرا عاشق جانباز ہے۔ گھوڑے پر
سوار ہوئی چند سہیلیون کے ساتھ اس مقام پر گئی۔ جہان فرہاد کوہکنی کر رہا
تھا ... تیشہ کی شان دیکھے۔ فرہاد کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ محبوبہ
حور تمثال اپنے عاشق ... اشاد دیکھنے کو آئی ہے دوڑ کے اس کے
گرد پھرنے اور اس پر صدقے ... رہتی ... یہ تم پہاڑ کو کیون کاٹ
رہے ہو؟ ... کہا ... فرہاد نے ساری سرگذشت ... کہا ... اے
پری پیکر نازنین۔ یہ سب تمھارے آفت روزگار حسن و ... باری ہے۔ شیرین کو اس
کے حال پر ترس آیا تسلی دی تشفی کی۔ اور واپسی کے لیے گھوڑے کو پھیرا۔ گھوڑا
بھڑک کے گرا۔ اور قریب تھا کہ پہاڑ کے نیچے جا گرے اور سوار اور گھوڑے دونون کا
پتہ نہ لگے۔ مگر فرہاد نے کمال پھرتی سے بڑھ کے گھوڑے کو مع شیرین کے گود مین
اٹھا لیا۔ اور عشق نے ایسی غیر معمولی قوت پیدا کر دی کہ اسی طرح اُٹھائے ہوئے
اسے اُسکے قصر بیستون مین پہونچا آیا۔ اس واقعے نے شیرین کے دل پر جیسا اثر کیا ہوگا ظاہر ہے
اب کوہ بیستون کا وہ قلعہ جسے کاٹتا تھا کٹ کے زمین کے برابر ہو گیا۔ اور

شرک تیاری کے قریب ہے۔ کسی نے خسرو پرویز سے جا کے کہا "جہان پناہ نے کچھ اور
بھی سنا کہ وہ بیستون کو بالکل غائب ہو گیا۔ راستہ تیار ہو رہا ہے۔ اور آج ہی کل میں
فرہاد آنے والا ہے۔ جو آپ نے شیرین پر شرط کی تھی۔ اب جو وعدہ مجھ سے کیا گیا ہے پورا کیا
جائے گا۔" خسرو شیرین کے تقاضے سے ... نہایت ہی اضطراب کے ساتھ مشیروں
سے کہا "اب کیا ہو گا خدا کے لیے کوئی تدبیر بتاؤ۔ اگر وہ آ کے کھڑا ہو گیا۔ اور وعدہ
وفائی کا تقاضا کیا تو میں کیا جواب دوں گا؟" کسی سنگدل مشیر نے کہا "جہان پناہ پریشان
نہ ہوں۔ میں اس کام کو اپنے ذمے لیتا ہوں۔ اور اس کی نوبت نہ آنے پائے گی
کہ فرہاد یہاں تک آئے" اس کے بعد اس شخص نے چند [illegible] لوگوں کو بھیجا جو
کوہ بے ستون پر جہاں فرہاد کوہکنی کر رہا تھا گئے۔ اور اس کے قریب کھڑے ہو کے
آپس میں کہنے لگے "خوب! شیرین تو مر گئی۔ اور عاشق صاحب کھڑے کوہکنی کر رہے
ہیں!" یہ الفاظ نہ تھے تیر و نشتر تھے جو زہر آلود زبان سے نکلتے ہی فرہاد کے دل و جگر
میں تیر گئے۔ دیر تک وہ جور فلک کا شکوہ اور اپنی نامرادی کی شکایت کرتا رہا۔ اور اسکے بعد
وہی تیشہ جس سے کوہ بیستون کو کاٹتا تھا اپنے سر پر مار لیا۔ اور اسی جگہ گر کے جان دیدی۔

شیرین نے عاشق نامراد فرہاد کی موت کی خبر سنی تو خون کے آنسو بہانے
لگی۔ بیحد صدمہ ہوا۔ کمال اضطراب کے ساتھ خود دوڑی گئی اسے بڑے اہتمام سے
دفن کیا۔ اسکی قبر پر ایک عالیشان مقبرہ تیار کرایا۔ اور سیہ پوش ہو کے اس کے غم میں
ماتم کرنے لگی۔ خسرو نے یہ حال سنا تو دل میں بہت کڑھا۔ اور آخر اس کے پاس ایک
طعن بھرا خط بھیجا۔ جس میں لفظ لفظ پر چٹکیاں لی تھیں۔ اور خاتمے پر لکھا تھا "فرہاد
مر گیا تو کیا ہوا اور چاہنے والے تو موجود ہیں!"

اتفاقاً اسی زمانے میں پرویز کی رومی ملکہ مریم مر گئی جس کی نسبت کہتے ہیں کہ
خود شیرین نے اپنی نامرادی سے عاجز آ کے سازش سے اسے زہر دلوا دیا تھا۔ پرویز اس کے

غم میں حسب معمول سیہ پوش تھا۔ اور تاج و تخت سے بیزاری ظاہر کرتا تھا کہ شیرین کا خط ملا جس میں لکھا تھا، مریم کے لیے زیادہ غم نہ کیجیے۔ آپ کے حرم میں ویسی بہت سی کنیزیں اور ایک سے ایک بڑھی ہوئی حسین عورتیں موجود ہیں۔ نہ تاج سے بیزار ہونے کی ضرورت ہے نہ تخت سے خفا ہونے کی۔ جب خدا نے ہزاروں پری جمال ماہ وشین دی ہوں اس کا ایک کے سوگ میں سیہ پوش ہونا اور رونا بے فائدہ ہے۔ یہ خط پڑھ کے خسرو نے کہا "بیشک یہ میرے خط کا پورا جواب اور جواب ترکی بہ ترکی ہے"۔

اب پرویز کے دل میں پھر جوش پیدا ہوا کہ شیرین کو اپنے محل میں لائے۔ مگر شیرین نے اب بھی وہی شرط پیش کی کہ مجھ سے ملنے کا شوق ہے تو حسب آئین ساسانی نکاح شادی کے باقاعدہ طریقے سے مجھے اپنی بانوے سلطنت اور ملکۂ عجم بنایئے۔ بغیر اس [illegible] کا ہونا غیر ممکن ہے۔ خسرو معذور ہو تا ہے کہ وزرائے سلطنت اور اعیان مملکت [illegible] خلاف تھے کہ کوئی معمولی عورت جہاندار عجم کی منکوحہ بی بی اور ملکۂ جہان ہو جائے [illegible] سے مجبور ہو کے پرویز نے ارادہ کیا کہ شیرین کے علاوہ کوئی اور محبوبہ ڈھونڈھ [illegible] لے۔

اُن دنوں اُس کی سلطنت زوروں پر تھی۔ قسطنطنیہ تک فتح و نصرت کا ڈنکہ بج رہا تھا اور دنیا میں کسی کی مجال نہ تھی کہ خسرو عجم کی ہمسری کا نام بھی زبان پر لائے۔ جب اسے کسی نئی پری جمال محبوبہ کی تلاش ہوئی تو عہدہ داران سلطنت ہر طرف پتہ لگانے لگے۔ آخر معلوم ہوا کہ اصفہان میں شکر نام ایک عدیم المثال محبوبۂ نازک اندام ہے جو حسن و جمال میں جواب نہیں رکھتی مگر عیب یہ ہے کہ کسی پابند نہیں ایک بازاری عورت کی طرح ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے ہم آغوش و ہمکنار ہوتی ہے۔ باوجود اس عیب کے خسرو نے اُسکے حسن کی اس قدر تعریف سنی تھی کہ ایک سال تک تو خاموش رہا اور کسی کے سامنے اُس کا نام بھی زبان پر نہ لایا۔ لیکن سال ختم ہوتے ہی اُس نے لباس شاہی اتار کے معمولی ایرانی کا بھیس کیا اور سب سے چھپ کے

اصفہان کی راہ لی وہان پہونچ کے شکر کی حالت دیکھی عوام سے اس کے حالات دریافت کیے اور جب سنا کہ وہ ہر شاہزادہ و صاد و وار د کے آغوش شوق کھول کے ملتی ہے تو اسکے گھر پہونچا۔

شکر کے پاس صدہا پری پیکر اور صاحب جمال کنیزین تھین جو کوئی اسکے گھر جاتا اسے با اخلاق پیش آتی پہلو مین بیٹھ کے مئے گلفام پیتی اور پلاتی اور جب رات زیادہ آتی تو خلوت گاہ مین لیجاتی جہان چراغ گل ہوتا اور اس شخص کی رات ہم آغوشی و کامرانی مین بسر ہوتی۔ یہی واقعات پرویز کو بھی پیش آئے۔ صبح کو رخصت ہوتے وقت پرویز نے اُس سے شکایت کی کہ تم مین سب خوبیان ہین مگر یہ بڑا عیب ہے کہ ہر شخص کے لیے آغوش شوق کھول دیتی ہو۔ شکر نے ہنس کے جواب دیا کہ آپ کو بھی سارے زمانے کیطرح دھوکا ہوا مین پاکدامن باعصمت اور عفیفہ ہون۔ اس ہرجائی پن کے انداز سے مین زمانے کا امتحان لے رہی ہون اصل حقیقت یہ ہے کہ مین ملتی تو ہر شخص سے ہون مگر میرے بند کو آج تک کوئی ہاتھ نہین لگا سکا۔ خدا نے جیسا دوشیزہ پیدا کیا تھا ویسی ہی آج تک ہون۔ اور یہ جو آپ دیکھتے ہین کہ خلوت مین ہر شخص کے ساتھ جا کے مین شب باش ہوتی ہون۔ یہ دھوکا ہے خلوت مین جانیوالی مین نہین میری کوئی کنیز ہوا کرتی ہے۔

یہ واقعات سن کے پرویز کو حیرت ہو گئی اس سے رخصت ہو کے مدائن مین واپس آیا۔ اور اسی وقت حاکم اصفہان کے نام فرمان بھیجا کہ شکر کو فوراً سوار کرا کے میرے پاس بھیجو۔ اور اسکے مفصل بشرح حالات لکھو۔ اس حکم کے مطابق حاکم اصفہان نے شکر کو سوار کرا کے شان و شوکت سے مدائن کے ایوان خسروی مین بھیجا۔ اور اپنی عرضداشت مین تصدیق کی کہ شکر حسن و جمال کے ساتھ دوشیزہ و عفیفہ ہے اور شریف خاندان کی لڑکی ہے۔ شکر مدائن مین آتے ہی حرم شاہی مین داخل ہو گئی۔ پرویز نے اسے جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا اور چند روز وہی اسکی محبوبہ تھی شب و روز اسی کی صحبت مین رہتا اور شیدا و فریفتہ تھا۔

شیرین اسی طرح اپنے قصر مین بیٹھی رہا کرتی۔ اس نے شکر کے آنے اور بادشاہ کی محبوبہ بنے کا حال سنا مگر سوا دل پہ کدورت اٹھانے کے زبان سے اُف نہ کی۔ مگر پھر بھی تجھ کو عجب

بیٹھی ہوئی تو اپنی قسمت پر روتی ہجران نصیبی پر نالہ و فریاد کرتی تھی کہ افسوس جوانی مفت رائگاں ہوئی پرویز
کے جال میں پھنس کر میں کہیں کی نہ رہی عہد شباب کے گذر جانیکے بعد وصال ہوا بھی تو کیا؟ اور پرویز نے جوانی کھو کے
بڑھاپے میں میری طرف توجہ بھی کی تو کیا حاصل ہوگا؟ کبھی اپنی اس ضد پر جھنجھلاتی کہ میں خواہ مخواہ کو کیوں ایسی
ضد لگاتی ہوں جو اسے نہیں منظور ہے؟ کبھی کہتی کہ خودداری ہو چکی اب چلو اسکے ہاتھ جوڑوں کہ میرا قصور معاف
کرو میں ہر حال میں راضی ہوں مجھے لونڈی ہی سمجھ کے اپنے پاس رکھ لو لیکن جب مہین بانو کی نصیحت یاد آتی اور اپنی
شاہزدگی کا خیال آتا تو یہ سب خیالات غائب ہو جاتے اور پھر اپنی ضد پر قائم ہو کے دل میں کہتی چاہے
مر جاؤں مگر یہ نہ ہوگا کہ ایسی ذلت گوارا کروں۔

شیریں کو اس پریشانی میں چند ہی روز گزرے تھے کہ پرویز کا دل شکر کی
[illegible] سے بھر گیا۔ اب نہ اُس سے ملنے جلنے میں وہ لطف رہا نہ اُس کی ناز و ادا میں
[illegible] آئی اور دل میں کہا جس محبوبہ سے سچی مسرت حاصل ہوا وہ رجھ
[illegible] ہے۔ وہ شیریں کے سوا کوئی نہیں جب یہ خیال حد سے
زیادہ بڑھا اور ہر [illegible] سب بیقراری رہنے لگی تو ایک زبردست لشکر اپنے ساتھ
لے کے بڑے کروفر سے اور پورے جلوس سے شکار کے بہانے مدائن سے نکلا۔
اور دو چار روز ادھر اُدھر کی خاک اُڑا کے قصر شیریں کے قریب جا پہونچا۔

شیریں نے جیسے ہی بادشاہ کی آمد سنی گھبرا گئی۔ اگرچہ دل میں حد سے زیادہ
بیتاب تھی اور اپنی خودداری و بدسلوکی پر پچھتاتی تھی مگر جوش عصمت اور شاہی
حمیت نے پھر یہی مشورہ دیا کہ چاہے کچھ ہو مفت آبرو دینا مناسب نہیں فوراً قصر کا
پھاٹک خوب مضبوطی سے بند کروا لیا۔ اور دربان کو تاکید کر دی کہ خبردار دروازہ
نہ کھولنا اسکے بعد بالا خانے پر جو بیرونی میدان کے سامنے تھا [illegible] پردے
ڈال کے خود آ بیٹھی اور پرویز کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

پرویز نے یہاں پہونچ کے جب دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کوئی بات نہیں

پوچھا تو اُسے سخت تعجب ہوا اتنے مین معلوم ہوا کہ شیرین سامنے کوٹھے پر بیٹھی ہے بکمال ذوق وشوق سے اس کوٹھے کے نیچے جا کے بیتابون کی وضع مین کھڑا ہوا نظر اوپر اُٹھا کے دیکھا جو یہ دو دن مین الجھ کر رہ گئی آخر جوش وخروش کے لہجے مین کہنے لگا "شیرین! ناز آفرین شیرین! میرے ساتھ یہ بدسلوکی کیون ہے؟ مانا کہ تم بدر کامل ہو اور چاند اونچے پر ہی ہوتا ہے۔ مگر یہی دنیا مین لوگ مہمان نوازی بھی کرتے ہین۔ پھر اُس کے ساتھ یہ بھی خیال کرو کہ مین کوئی معمولی مہمان نہین ایک عالی مرتبہ شہنشاہ ہون"

شیرین نے اوپر سے کہا "پھر یہ اتنا غرور اچھا نہین دعواے سلطنت اگر یاد ہے کہ جس سلطنت پر آپ کو ناز ہے اسے مین نے کسی کے عشق مین لات ماردی یہ بھی جانے دیجیے۔ آپ کسی ملک کے فرمانروا ہین تو مین بھی سرخیل حسینان جہان ہون"

دیر تک اسی طرح گفتگو ہوتی رہی۔ اور بڑے جوش وخروش سے حمد و مدح کا سلسلہ جاری تھا۔ پرویز باتون باتون پر فرہاد کی محبت کے طعنے دیتا۔ اس کے جواب مین شیرین مریم اور شکر کے واقعات بیان کر کے چٹکیان لیتی پرویز گفتگو مین بار بار کہے بار بار کہتا کہ خیر گذشتہ را صلوٰۃ [illegible] بھی کچھ [illegible] گیا ہے عشق و شباب [illegible] ہی ہے۔ چہرے پہ شباب کا نور [illegible] آنکھون مین عشق کی شراب بھری ہوئی ہے۔ میری آغوش [illegible] اور میری محبت آغوش گرم کرو۔ شیرین جواب دیتی۔ اس خوبصورت چہرے [illegible] مجھے [illegible] ہون میری شرط کو یاد رکھیے اور یہ توقع [illegible] جب [illegible] ہو جائے آپ کے [illegible] پاس آنے مین رسوائی ہے [illegible] خسرو [illegible] کے بار بار وصال کا طالب ہوتا اور خوشامد وچوچلے مین کوئی بات اٹھا نہ رکھتا۔ آخر شیرین نے جھنجھلا کے قسم کھائی اور حلف کے ساتھ کہا "اگرچہ آپ شہنشاہ بحر و بر ہین مگر مین صاف صاف

کہے دیتی ہوں کہ جب تک آپ حسب رسوم ساسانی باقاعدہ طور پر میرے ساتھ نکاح نہ کریں گے میں آپ کو اپنے پاس نہ آنے دوں گی" پرویز نے اسکو اس قدر سخت دیکھا تو تاج سر سے اتار کے اسکے آگے زمین پر رکھ دیا - اور ہاتھ جوڑ کے کہا "خدا کے لیے میری التجا سنو میں تم سے بیوفائی نہ کروں گا - اور ہمیشہ تمھارا غلام رہوں گا" شیرین نے کمال مستقل مزاجی سے کہا یہ سب باتیں بے فائدہ ہیں - پہلے نکاح کیجیے پھر مجھ سے باتیں کیجیے -

پرویز کو اپنی اس ناکامی کا اس قدر صدمہ ہوا کہ زار و قطار رونے لگا اور روتا ہوا اپنی فوج میں واپس گیا - وہاں پہونچ کے شاپور سے کہا "افسوس میں [illegible] اس قدر سنگدل اور بے مہر جانتا تھا میں نے تاج تک اتار کے زمین پر [illegible] پروا نہ کی" شاپور نے کہا "جہاں پناہ شیرین کوئی معمولی حسین نہیں ہے [illegible] اور حضور کی گذشتہ دل آزاریوں نے اسے اور زیادہ سخت کر دیا ہے - [illegible] تو سہی کہ وہ کیسی عشوہ پیدا [illegible] ہے؟ اور معشوقوں کا عشوہ و ناز [illegible] ہے"

آخر ان باتوں سے خاموش ہو - پرویز نے قصر شیرین سے کوچ کر دیا اور بظاہر شیرین سے بگڑ گیا -

اس کے جاتے ہی شیرین کو خیال آیا کہ میں نے کتنا بڑا غضب کیا؟ جس چاہنے والے کے پیچھے سلطنت اور جوانی تج دی تھی اُسے ناخوش کر دیا؟ یہ کہہ کے اپنی بدقسمتی پر رونے اور سخت بیقراری کے ساتھ پیچ و تاب کھانے لگی - نوبت یہاں تک پہونچی کہ کہا "بس اب ہو چکا اب مجھے نہ بے غیرتی کا خیال ہے اور نہ بے آبروئی کا پاس و لحاظ جس طرح سلطنت کو چھوڑا تھا آج ننگ و ناموس اور عصمت و عفت کو بھی خیرباد کہہ دی"

یہ الفاظ مجنونانہ جوش میں کہہ کے اُس نے مردانہ بھیس کیا - اور ایک نہایت ہی خوبصورت

گھوڑے پر سوار ہو کے پرویز کے لشکر کے پیچھے پیچھے گرد کارواں بن کے چلی۔ رات کو جب لشکر عجم نے پڑاؤ ڈالا تو وہ یہ ٹھہر کے انتظار کرنے لگی کہ لوگوں پر نشۂ خواب غالب ہو تو قدم آگے بڑھاؤں۔

پرویز ہر وقت نشۂ صہبا سے مخمور رہتا جس کا یہ لازمی اثر تھا کہ سارا لشکر عجم اور اس کا ہر ہر سپاہی شراب کا دلدادہ تھا فوج کے خیمہ زن ہوتے ہی شاہی خیمے سے لے کے ہر ادنی چھولداری تک ہر جگہ شراب کا دور چلنے لگا اور جتنے آدمی تھے دم بھر میں مست و بیخود تھے اسوقت شیرین نے لشکر گاہ کے اندر قدم رکھا اور سیدھی شاہی خیمے کے سامنے جا پہونچی اتفاق کی بات سب سے پہلے جس کی نظر اس پر پڑی شاپور تھا۔ دوڑ کے قریب آیا اور کہا "کون" کہا کیا بتاؤں کون ؟ اپنے کیے پر پچھتانے والی! اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنیوالی! اور کیا کہوں ؟ شاپور آواز پہچانتے ہی زمین پر گر پڑا۔ اور کہا حضور نے کیوں تکلیف کی ؟ اسے رازدار جان کے شیرین نے اپنے دل کی حالت بیان کی۔ اور کہا "شاپور! کیا کہوں دل نے مجبور کر دیا۔ اب تک بہت ضبط کیا مگر اب نہیں ہو سکتا۔ پرویز کے واپس آتے ہی میں اپنی ضد پر پچھتانے لگی! اور یہاں تک بیتاب ہوئی کہ بھیس بدل کے آئی ہوں کہ اسکے لشکر میں رہ کے دور ہی سے اس کا جلوہ دکھ لیا کروں"

شاپور نے کہا آپ پریشان نہ ہوں میں ابھی وقت لے چل کے آپ کو ملائے دیتا ہوں وہ اگرچہ ناراض ہو کے آئے ہیں مگر یہ چاند سی صورت دیکھتے ہی پروانے کی طرح نثار ہونے لگیں گے" شیرین بولی "یہ نہ ہو گا ہزار چھ ہو مجھے بھی اپنی آبرو کا خیال آجاتا ادھر دل میں بے صبری پیدا ہوئی اور ادھر مہین بانو کی صورت سامنے آ کے لعنت ملامت کرنے لگی۔ اس لیے مجھے پرویز کی محفل عیش میں کسی ایسی جگہ چھپا کے بٹھا دو کہ اس کی نظر نہ پڑنے پائے تاکہ میں اس کی حالت کو دیکھوں اور اندازہ کروں کہ عیش نشاط سے کبھی میں بھی یاد آتی ہوں یا نہیں"

شاپور" بہت خوب میں اس کا پورا انتظام کر دون گا۔ حضور شہریار اس وقت آرام فرما رہے ہین دم بھر مین اُٹھین گے اور محفل نشاط و طرب گرم ہو گی۔ دونون صاحب کمال مطرب باربد اور نکیسا موجود ہین اپنے اپنے نغمہ و سرود کا کمال دکھائین گے شہریار کے تخت کے مقابل جو خوبصورت غلام دست بستہ کھڑے رہتے ہین ان کی صف کے پیچھے مین آپ کو بٹھا دون گا۔ اور ان غلامون کو تاکید کر دون گا کہ ہوشیاری کے ساتھ آپ کو اپنی آڑ مین رکھین۔ وہان سے بیٹھ کے آپ شہریار پرویز کی ہر حالت کو دیکھتی رہین گی۔ باکمال مطربون کا گانا سنین گی۔ اور آخر تک شہنشاہ کے عیش مین شریک رہین گی"

شیرین" ہان ہان۔ مین یہی چاہتی تھی۔ مگر اتنا اور کام کرو کہ ان مطربون مین سے ایک [illegible] ے پاس لا کے بٹھا دو۔ اور سمجھا دو کہ مین جو اس کے پیچھے ہون گی جو گیت اور [illegible] ار گائے"

[illegible] کا وعدہ کیا اور صحبت عیش مین صف غلمان کے پیچھے ایک پرتکلف قالین پر [illegible] غلامون سے تاکید کر دی کہ خبردار ان بیوی کو اپنی آڑ مین رکھنا حضرت [illegible] نظر ان پر نہ پڑنے پائے۔ اس کے بعد اُس نے نکیسا کو لیجا کے شیرین کے سامنے پیش کیا اور اُس سے کہا "مین جشن طرب کے شروع ہوتے ہی یہ انتظام کر دون گا کہ تم ان خاتون کے پاس اور صف غلمان سے ملے ہوے بیٹھو۔ اور تمھارا یہ کام ہو گا کہ یہ خاتون جو گیت اور راگ بتائین اسی کو گاؤ۔ اُس نے وعدہ کیا اور مغنیون کے گروہ مین چلا گیا۔

تھوڑی دیر مین پرویز خوابگاہ خلوت سے نکل کے آیا مرصع تخت پر جلوہ فرما ہوا اور شاپور کو قریب بلا کے ایک کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور جیسے ہی وہ بیٹھا کہا "آہ! مین بڑا بدقسمت ہون۔ ہائے ؎

کس نے عین مزے مین جگا دیا مجھ کو ابھی تھا خواب مین اُن کو گلے لگائے ہوے

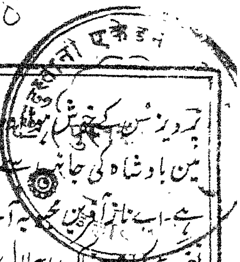
اے شاپور میں ابھی خواب یہ دیکھ رہا تھا کہ ایک نہایت پُر فضا اور زندگی بخش باغ میں ہوں۔ اور پہلو میں میری پیاری شیرین بیٹھی ہے۔ ہم دونوں ہمکنار وہم آغوش ہیں اور دنیا و مافیہا کو بھولے ہوئے ہیں وہ اپنے سلوک پر نادم ہے میں اپنے بگڑ کے چلے آنے پر پچھتاتا ہوں۔ باہم دونوں عذر خواہیاں کرتے اور ایک دوسرے کی محبت سے لطف اٹھا رہے ہیں۔ یکایک آنکھ کھل گئی اور افسوس خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"

شاپور۔ (ادب سے ہاتھ جوڑ کے) "حضور شہنشاہ نے جو کچھ دیکھا سچ ہے۔ واقعی ملکہ شیرین اپنی کج ادائی پر پشیمان ہیں اور حضور کو بھی فراق کی تکلیف ہے۔ مگر یہ تھوڑی ہی دیر کے لیے ہے"

پرویز "بھئی سچ تو یہ ہے کہ وہ جیتی اور میں ہارا۔ مجھے یقین آگیا کہ مجھے اس کی سی محبت والی نازنین بیوی ملے گی اور نہ اُسے مجھ سے زیادہ جان نثار وہ عاشق زار شوہر ملے گا۔ اب تو میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اس کی ہر شرط مان لوں اور جس طرح بنے مقتدائے دین اور اعیان سلطنت کو اس کے ملکۂ عجم بنانے پر راضی کروں مگر اس وقت غم غلط کرنے کے لیے گانا سننے کو جی چاہتا ہے" یہ کہتے ہی اس نے پری وش لونڈیوں اور خواصوں کو حکم دیا کہ مے گلگون لاؤ۔ اور مغنیوں کی طرف اشارہ کیا کہ گاؤ بجاؤ۔

شاپور "اگر حضور اس وقت میرا جی چاہتا ہے کہ دو مطرب آمنے سامنے بیٹھ جائیں ایک حضور کا نقیب بنے اور دوسرا شیرین مہ جبین کا نقیب اور اسی کے مناسب دونوں دلوں کی حالت کا اندازہ کر کے اپنے نغمۂ دلکش میں وہ اُن کے جذبات کا اظہار کریں"

اس خیال کو خسرو پرویز نے بہت پسند کیا اور کہا واقعی اسی طریقہ سے اس گھڑی دلِ بیتاب کو چین آئے گا۔ اجازت ہوتے ہی شاپور نے نکیسا کو شیرین کے پاس پرویز کے مقابل اور باربد کو تخت کے برابر بٹھا دیا۔ اور قبل اس کے کہ باربد ساز چھیڑے نکیسا نے عجیب نغمۂ دلکش میں شیرین کی جانب سے اظہار عجز و ندامت کیا اور بیتابی کی دھن میں ظاہر کیا کہ میں آتش فراق میں جلی جاتی ہوں جلدی خبر نہ لی تو خاک ہو جاؤں گی



پرویز نے [illegible] کے خوش ہو کر باربد کو اشارہ کیا کہ جواب دو۔ اس نے اپنی دلکش دھن میں بادشاہ کی جانب سے جواب دیا کہ تیرے فراق نے میری زندگی بے مزہ کر دی ہے۔ اے نازآفرین محبوبہ آ۔ اور میرے دل کو تسلی دے۔ نکیسا نے پھر ساز چھیڑا۔ اور زبان نغمہ سے کہا میں فلک اجلال پر ماہتاب تھی مگر عشق نے تیرے قدموں کی خاک بنا دیا۔ گلشن کا سب سے زیادہ شگفتہ پھول تھی مگر تیرے فراق نے گھلا کے کانٹا بنا دیا۔ اے دلدار بے پروا میری مصیبت پر ترس کھا اور آ۔

اس کے جواب میں باربد نے اپنا نغمہ چھیڑا اور یہ راگ الاپا کہ ساری دنیا چھان ڈالی مگر تجھ سی اچھی معشوقہ پری جمال کہیں نہ نظر آئی۔ تجھ میں حسن و جمال کے ساتھ [illegible] خوبیاں ہیں مگر افسوس ان سب کمالات حسن کے ساتھ تو کج ادا اور بیوفا بھی ہے۔ اگر [illegible] شہنشاہ جہان اور کجکلاہ ایران تیرے حسن کے آگے سر جھکاتا اور تیرے قدموں پر [illegible] نکیسا نے سرود کو چھیڑ کے یہ نغمہ سنایا کہ "آہ تیرے اس غرور ہی نے میری زندگی بر[illegible] مجھ سے تو میں بھی کہیں کی ملکہ با سطوت ہوں [illegible] علاوہ تو اگر میدان جنگ کا شیر ہے [illegible] محفل عیش کی شمع ہوں۔ تیری شجاعت اگر تلوار سے [illegible] لیتی ہے تو میرے حسن پر عشاق خود ہی آ کے صدقے ہوتے اور [illegible] کے جان دے دیتے ہیں۔ باوجود اس کے میں تیری لونڈی ہوں۔

[illegible] اس صحبت نشاط [illegible] تھا۔ کہ ایک طرف باربد پرویز کے جذبات کا اظہار کر[illegible] اور دوسری طرف نکیسا شیرین کے جذبات [illegible] کے ساتھ صحبت نشاط ساعت بساعت جوش پر آتی جاتی تھی۔ سامعین [illegible] تصویر حیرت تھے۔ اور دونوں بیتاب دلوں کی بیقراریاں بڑھتی جاتی تھیں۔ پرویز اور شیرین دونوں پر وجد کا عالم طاری تھا۔ اب یہ حالت تھی کہ بادشاہ خود بڑھ کے باربد کو بتاتا کہ اب کی یہ جواب دو۔ اور ادھر شیرین چپکے سے نکیسا کو بتا دیتی کہ اب تم یہ مضمون گاؤ۔ نوبت یہاں تک

پہونچی کہ اب کی جو نکیسا نے شیرین کے جذبات دلی ظاہر کیے تو پرویز جوش مین آکے کمال بیتابی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور باربد سے کہا ہاے نکیسا نے دل مین آگ لگا دی آؤ جلد بجھا۔" اس اشارے پہ باربد نے جو جوش و خروش سے بھرا ہی جذبات کو گا کے سنایا۔ تو شیرین اس درجہ بیتاب ہوئی کہ بے اختیار چیخ اٹھی اور ایک آہ فلک دوز اُس کے منھ سے نکل گئی۔ یہ آواز سنتے ہی خسرو پرویز مجنونانہ ولولے کے ساتھ تخت سے اتر پڑا۔ شاپور سے کہا،، ہاے یہ تو میری مہ پارہ شیرین کی آواز تھی۔ وہ یہان کیسے آگئی! شاپور اس کا کچھ جواب نہین دینے پایا تھا کہ ناگہان حسب مضمون ع کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را شیرین از خود رفتگی و مدہوشی کے عالم مین غلامون کی صف چاک کر کے نکلی! اور دوڑ کے پرویز کے قدمون پہ گر پڑی پرویز اس کی صورت دیکھتے ہی دنگ رہ گیا پھر اُسے اُٹھا کے گلے سے لگا لیا۔ اور کہا۔،، یہ میرے عشق کی کشش ہے" شیرین نے عاجزی سے سر جھکا کے کہا،، جی ہان جس نے حسن کے غرور و ناز کو خاک مین ملا دیا" پرویز نے کہا ،، اے محبوبۂ مہ جبین۔ تیرے غرور حسن کو دنیا کی کوئی قوت نہین توڑ سکتی۔ ہان یہ البتہ ہوا کہ شہنشاہی کبر و غرور تیرے حسن کے قدمون سے پامال ہوا۔ اور تو نے آخر مین پوری فتح پائی" یہ کہتے ہی اُس نے تاج اپنے سر سے اُتار کے شیرین کے قدمون پہ رکھ دیا۔ شیرین نے اس تاج کو دونون ہاتھون سے اٹھا کے پرویز کو پہنا دیا اور کہا،، یہ تاج اسی سر کے لیے ہے۔ اور مین تو ایک ادنیٰ لونڈی ہون"

محبوبۂ ناز آفرین کو موافق پاتے ہی پرویز نے پھر بے اعتدالی کا قصد کیا تو شیرین پھر پیچھے ہٹی۔ خسرو اس پر متعجب ہوا تو شاپور نے کہا جہان پناہ نے ابھی ابھی جو اقرار کیا ہے اُسے پورا کرین" پرویز نے کہا اچھا۔ اُسکے بعد آٹھ روز تک اس صحرائی خیمہ گاہ مین جشن رہا جس مین دونون عاشق و معشوق شریک اور الگ الگ رہے۔ پھر شیرین قصر بیستون مین گئی پرویز کی سواری مدائن مین پہونچی۔ وہان پہونچتے ہی اُس نے پہلے تمام ارکان دولت

اور مقتدایان ملت کو راضی کیا اور اُس کے بعد بڑی دھوم دھام سے شادی کا سامان کر کے شیرین کو حسب آئین ساسانی بیاہ لایا۔ اور ملکہ گرجستان و آرمن ساری قلمرو عجم کی ملکہ جہان بن گئی۔ اور خسرو کی عیش پرستی کے باعث سارے دنیا کے سیاسی معاملات پر شیرین متصرف تھی۔

خسرو پرویز نے شاپور کو اُسکے حسن خدمات کے صلے میں مہین بانو کی سلطنت ارمن و گرجستان کا فرمانروا بنا دیا۔ اور خود محبوبہ مہ جبین شیرین کے ساتھ مصروف عیش و عشرت ہوا۔ اب شب و روز محفل عیش و طرب گرم رہتی شراب نوشین کا جام ہر وقت دور میں رہتا اور ہر گھڑی نغمہ طرب کا غلغلہ بلند رہتا۔ نظام سلطنت شیرین کے ہاتھ میں تھا۔ جیسے شراب [illegible] نے پرویز کیطرح سلطنت سے غافل و از خود رفتہ نہیں کر دیا تھا۔

غفلت نے پرویز کے بال سفید کر دیے اور بڑھاپے کا انجام مین دور شروع [illegible] نے کہا عیش و عشرت کا زمانہ ختم ہوا۔ اور وہ وقت آیا کہ شہریار عجم شاہان سلف کے حالات سے عبرت حاصل کرے۔ عدالت گستری و رعایا نوازی مین مصروف ہو۔ اور اس دنیاے فانی کو ترک کر کے عقبیٰ کی فکر مین لگے" پرویز نے انجام مین ملکہ کی نصیحت پر عمل کر کے حکیم زمانہ بزرگ امید کو دربار مین بلوایا۔ اس سے بہت سی نصیحتین سنین نجات کے متعلق اپنے شکوک و شبہات پیش کر کے تشفی بخش جواب پاے مابعد الموت کے اسرار پوچھے۔ اور ملحدانہ اوہام کو دل سے دور کیا۔

اِسی زمانہ مین حضرت سرور کائنات علیہ التحیۃ والثنا کے دعواے رسالت کا غلغلہ بلند ہوا تھا۔ اور آپ کی تبلیغ کے نعرے کی صدا ارض عجم مین بھی گونجنے لگی تھی۔ پرویز نے بزرگ امید سے پوچھا ہن عربی نژاد ہادی و مدعی نبوت کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے اُس نے کہا۔ عالم ملکوت کے جس مقام تک وہ پہونچ سکتے ہین وہان تک میری رسائی نہین ہو سکتی لہٰذا مین اِن بزرگ کے بارے مین کیا کہہ سکتا ہون۔ مگر اتنا ضرور عرض کرون گا کہ حضور اُن کو

اور اُن کے دین کو نفرت و عداوت کی نظر سے نہ دیکھیں اور نہ اس دینی تحریک کو کوئی معمولی چیز تصور فرمائیں۔ لیکن افسوس اس نصیحت نے خسرو کے دل پر مطلق اثر نہ کیا! اور چند روز بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ تبلیغ اُسکے پاس پہونچا تو نہایت برافروختہ ہوا نامۂ رسالت کو چاک کر ڈالا۔ اور اپنے والی یمن کو لکھا کہ اس پیغمبر کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجو۔ یہ خبر حضرت رسالت کو پہونچی تو فرمایا "اس خط کی طرح ان کی سلطنت و سطوت کے ٹکڑے اڑ گئے" جس پیشین گوئی کی تکمیل پرویز اور اُسکی سلطنت کے آیندہ حالات سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

پرویز کے بعد شیرین نے اپنے مذاق کی چند باتیں بزرگ امید سے پوچھیں۔ چنانچہ اس حکیم دانا کی زبان سے کلیلہ و دمنہ کے چالیس قصوں کے ساتھ اُن کے نتائج و حکم سنے۔

بہرحال ان نصیحتوں اور اسرار روحانی حکیم کی باتوں کا دونوں کے دلوں پر بڑا اثر ہوا اور اسکا آخری انجام یہ ہوا کہ خسرو و شیرین دونوں دنیا کی باتوں اور سلطنت کے کاموں سے بیپروا ہو کے مذہبی اعمال اور عبادت اور ریاضت میں مصروف ہو گئے۔

شیرین سے خسرو کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ہاں مریم کے بطن سے شیرویہ نام ایک بیٹا تھا جو نہایت ہی کند ذہن۔ بدنفس۔ مردم آزار۔ اور نالائق تھا۔ شریف لوگ اُس کی طبیعت سے بھاگتے اور ملک کے ہر گروہ کو اس سے سخت نفرت تھی جو کوئی اس کے سامنے جاتا اُسے شرمناک گالیاں دیتا اور سخت بدزبانی کرتا۔ پرویز نے جب شیرین سے شادی کی ہے اس وقت وہ دس سال کا تھا۔ مگر اسی زمانۂ نابالغی میں اُس کے جذبات بدکاری اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ باپ کی شادی کی خبر سُن کے دوستوں سے کہا کاش شیرین کو میں اپنی جورو بنا سکتا۔

اب اسکی نالائقیوں کی زیادہ شہرت ہوئی تو ایک دن پرویز نے بزرگ امید سے کہا "اس لڑکے سے میں سخت عاجز ہوں۔ اور اسکے طالع نامبارک سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کی نالائقی و ناخلفی اس حد کو پہونچ گئی ہے کہ اپنی ماں شیرین پر فریفتہ ہے اور اسکے واسطے

بیٹا بیان ظاہر کرتا ہے۔ نالائق کو نہ مجھ سے محبت ہے۔ نہ ماں کا ادب کرتا ہے۔ اور نہ اپنی بہنوں سے اُنس ہے۔ کمبخت سب سے خار کھاتا ہے۔" بزرگ امید نے جواب دیا وہ ہزار بُرا ہو پھر آپ کا فرزند ہے۔ لہٰذا آپ اُس کے دشمن نہ بن جائیں۔ آپ اچھے ہیں تو خدا سے امید ہے کہ آپ کا فرزند بھی بُرا نہ ہوگا۔ ابھی جوانی اور عنفوانِ شباب کا عالم ہے بڑھاپے میں خود ہی سُدھر جائے گا۔"

اس واقعے کے بعد خسرو پرویز میں عبادت کا کچھ ایسا ذوق بڑھا کہ دنیا ترک کر دی اور شب و روز آتش کدے ہی میں رہنے لگا۔ اس کے عزلت گزین ہوتے ہی شیرویہ کی بن پڑی۔ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور ساری فوج اور قلمرو پہ متصرف ہو گیا۔ موقع ہاتھ آتے ہی اُس کے قدیم جذبات تازہ ہو گئے۔ اور کوشش کرنے لگا کہ شیریں [illegible] ہو۔ چنانچہ پرویز آتش کدے میں مصروفِ عبادت تھا کہ ناگہاں شیرویہ کے [illegible] اُس کے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور سونے کی زنجیروں میں جکڑ کے قید خانے میں بٹھا دیا۔ اب ساری سلطنت اور کل امراے دربار نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا کسی کو نہ اُسکی فکر تھی اور نہ کوئی اُس کے پاس جاتا۔ مگر شیریں جیسی جس طرح محل میں اُسکی انیسِ صحبت تھی۔ قید خانہ میں بھی ہر وقت اُس کے پاس رہتی۔ اُسے تسلی دیتی۔ اور اس کا غم غلط کرتی۔ اور اس کوشش میں ساری ساری راتیں جاگ کے کاٹتی۔

اب شیرویہ کی شقاوت اس سے بھی بڑھی جس کا انجام یہ ہوا کہ ایک اندھیری رات کو شیریں و خسرو پلنگ پر لیٹے باتیں کر رہے تھے محبوبۂ مہ جبیں مزے مزے کی باتوں میں [illegible] کا دل بہلا رہی تھی کہ آدھی رات سے زیادہ گزر گئی اور دونوں کی آنکھ لگ گئی۔ [illegible] ایک بدسیرت شخص ننگی تلوار ہاتھ میں لیے قید خانہ کی کھڑکی سے اُتر کے اندر آیا۔ اور پرویز کے سرہانے پہنچا۔ اور ایک ہی حربے میں اس کا سینہ اور دل و جگر چاک کر ڈالے۔ تلوار کے باہر نکلتے ہی سینے سے خون کا فوارہ جاری ہوا۔ اور وہ شخص اسی کھڑکی کی راہ سے بھاگ گیا۔ زخمی ہو کے

پرویز کی آنکھ کھلی تو اپنے سینہ کو چاک و جان بلب پایا۔ اور تشنگی کی سخت شدت تھی۔ چاہا کہ شیرین کو جگا کے پانی مانگے۔ مگر دل مین کہا اس نازنین کو میری دلدہی مین یونہی ساری ساری رات جاگتے گزر جاتی ہے۔ ابھی ابھی اس کی آنکھ لگی ہے۔ اگر اسی وقت جاگ پڑی تو اور نیند اُڑ جائے گی۔ اور میرے غم مین روتے روتے صبح کر دے گی۔ مناسب یہ ہے کہ اسے نہ جگاؤن یہ سوتی رہے اور مین مر جاؤن۔" غرض پرویز نے دل کے اسی مشورہ سے پر عمل کیا۔ اور چند ہی منٹ مین مر گیا۔

مگر سینے کے چاک سے خون کا جو فوارہ جاری ہوا تھا اُس نے قلب کی حرکت کے ساتھ اُچھل اچھل کے شیرین کے جسم اور چہرے پر ایسی خون پاشی کی کہ شوہر کے خون کی گرمی سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ جاگی تو شوہر کے محبوب جسم کو بیجان پایا۔ اور بکمال بیتابی و حسرتناکی سے رونے پیٹنے اور خاک اُڑانے لگی۔ کوئی انیس و ہمدم پاس نہ تھا۔ رات بھر اکیلی نوحہ و ماتم کرتی رہی۔ صبح ہوئی تو ذرا حواس ٹھکانے ہوے۔ اور اس بیجان لاش کی زینت و آرائش مین مصروف ہوئی جو اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ جس خون آلود جسم کو رات بھر آنسوؤن سے دھوتی رہی تھی اب گلاب سے خوب مل کے دھویا اور نہلایا۔ پھر مشک و کافور سے معطر کیا۔ اور اس کے بعد تاجداری اور سریر آرائی کے زمانے سے زیادہ بنا بنا کے آراستہ و پیراستہ کر دیا۔ شوہر کی لاش کی اصلاح کے بعد خود آرائی مین مصروف ہوئی کنگھی چوٹی کر کے اپنا جسم خوب بناؤ سنگار کیا اور سندور بھر کے لاش کے پاس خاموش بیٹھ گئی۔

ان باتون کی خبر شیرویہ کو ہوئی تو دل مین سمجھا کہ شیرین نے مجھ سے ملنے کے لیے بناوٹ کی ہے کسی رازدار خادم کے ذریعہ سے اس کے پاس کہلا بھیجا۔ تم گھبراؤ نہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد تمھین اپنی ملکہ بناؤن گا۔ اور خسرو پرویز کے زمانے سے زیادہ شان و شوکت سے تمھاری اب بسر ہوگی جبکہ تم میری ملکہ ہوگی سارا خزانہ تمھارے قبضہ مین ہوگا۔ اور تمھین ملک کی مالک ہوگی۔

خادم نے یہ پیام شیریں کو پہونچایا تو اسے ایک طیش سا آگیا۔ قریب تھا کہ شوہر کُش ناخلف فرزند کو وہی جواب دے جو دینا چاہیے تھا۔ مگر کچھ سوچ کے خاموش ہو رہی بلکہ نہایت محبت کے لہجے میں کہا "اُن سے جا کے کہنا مجھے تو خود بھی تم سے ملنے کی تمنا ہے۔ لیکن اگر تم میرے وصل سے شادکام ہونا چاہتے ہو تو میری دو شرطیں پوری کر دو۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جس قصر میں شاہ پرویز رہتے تھے اُسے ڈھا دو۔ اور اُس میں جتنا ساز و سامان اور زر و جواہر ہے سب خدا کی راہ میں خیرات کر دیا جائے۔ اور دوسری یہ کہ جس شخص نے خاص اپنے ہاتھ سے اُن کی جان لی اور نیز وہ لوگ جو اُن کے قتل کی سازش میں شریک تھے اُن کو میرے حوالے کر دو تاکہ میں اُن کو سزا دوں"

شیرویہ شیریں کی ہوس میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ فوراً ان شرطوں کو پورا کر دیا۔ [illegible] سے پہلے ہی وہ قصر شاہی جس میں خسرو اور شیریں نے عیش کے بے حد [illegible] بسر کیے تھے کھود کے زمین کے برابر کر دیا گیا۔ تاکہ پھر اس میں کسی کو عیش نصیب ہو۔ اس کا ساز و سامان اور خزانہ غربا و محتاجوں میں تقسیم کر دیا تاکہ اس کا ثواب خسرو کی روح کو پہونچے اور جن قاتلوں نے بے گناہ بادشاہ کو قتل کیا تھا وہ بھی اپنے کیفر دار کو پہونچ گئے۔

اس کے بعد ایک سونے کا مرصع و جواہر نگار تابوت تیار کیا گیا۔ اس میں پرویز کی لاش رکھی گئی۔ اور اوپر سے نہایت ہی تکلف اور شان و شوکت سے اس کی آرایش کی گئی۔ جب جنازہ تیار ہو گیا تو صوبجات عجم کے والی امیروں اور ساسانی خاندان شہریاری کے شہزادے اُسے کندھوں پر اُٹھا کے شاہی مقبرے کی طرف لے چلے۔ تمام امرائے سلطنت معززین مملکت، شہزادے اور مقتدایان وقت ساتھ تھا پورا دربار [illegible] کیسا ہی اس جلوس میں تھے جو روتے اور ماتم کرتے جاتے تابوت کے [illegible] ہرمز [illegible] حسین [illegible] ہوں کا غول تھا جو سر پیٹتا اور [illegible]

لباس مین تھین۔ مگر اُن کے درمیان مین شیرین ناز آفرین بناؤ چناؤ کیے اور دُلھن
بنی ہوئی تھی۔ آنکھون مین کاجل تھا۔ ہاتھ پانون مین مہندی رچی ہوئی تھی۔ طلا
کار پوشاک زیب تن تھی۔ اور سر تا پا مرصع زیور اپنی آب و تاب دکھا رہا
تھا۔ لیکن باوجود اس بنے سنورنے اور پُر تکلف لباس پہنے ہونے کے وہ
تابوت کے ساتھ ماتم کرتی جاتی تھی۔ اس کی وضع سے دیکھنے والون کے دل مین
خیال گزرتا کہ معلوم ہوتا ہے شیرین کو خسرو پرویز کے مرنے کی خوشی ہوئی۔ اور
شیرویہ دل مین پھولا نہین سماتا تھا کہ یہ سب بناؤ چناؤ میرے لیے ہے۔

اس شان و شوکت اور اس کر و فر سے تابوت دخمے کے احاطے مین پہونچا
جہان دار السلطنت عجم کی ساری خلقت دخمے کے گرد ٹھٹ لگائے کھڑی تھی کہ
موبد یعنی مقتداے قوم مجوس کے آدمی تابوت کو دخمے کے اندر لے گئے جہان اور
کسی کا گزر نہین ہو سکتا۔ اہل دخمہ جب لاش کو اندر رکھ کے واپس آئے تو شیرین جو
دروازے کے بالکل پاس موبد کی آڑ مین کھڑی تھی۔ لوگون کے باہر نکلتے ہی اس طرح
چپکے سے اندر چلی گئی کہ کسی کو خبر نہ ہوئی اور دروازے کا پٹ بھیڑ کے اندر سے زنجیر چڑھا لی۔

یون دخمے کے اندر مطمئن ہو کے شیرین نے ایک زہر کا بجھا خنجر آبدار نکالا۔ جسے
بڑی احتیاط سے کپڑون مین چھپا کے لے آئی تھی۔ اور پرویز کی لاش کے پاس پہونچی
اسے کھول کے خوب غور سے دیکھا کہ سینے پر کس جگہ کیسا کتنا بڑا اور کس قدر گہرا زخم
ہے۔ پھر اپنے سینے کو اس خنجر سے اسی جگہ اسی قدر اور اتنا ہی گہرا چاک کر کے اس
طرح اس کی لاش پر گری کہ اُس کے سینے کا سارا خون پرویز کے سینے مین اُتر گیا۔ اس کے
بعد اُسکے منھ سے منھ اور لب سے لب ملا کے پیار کیا خوب بھینچ بھینچ کے لپٹی لپٹایا اور
اسی حالت مین اپنے محبوب کی لاش سے لپٹی ہوئی مر گئی۔

شیرین کی موت کے متعلق مولانا نظامی کا یہی بیان ہے جسکو ہم اگرچہ محض عرب

بیان کرتے ہیں کہ خسرو پرویز کو قتل کرا لینے اور اُسے دخمے میں پہنچانے کے بعد شیرویہ شیرین کے پاس آیا اور کمال بے حیائی کے ساتھ اظہار عشق کرنے لگا۔ مگر شیرین نے اُس کی خواہش پوری کرنے سے قطعاً انکار کیا۔ تب شیرویہ اس پر سختیاں کرنے لگا کہ مجبور ہو کے اُس کی معشوقہ بننا قبول کرے۔ اب بھی وہ اپنی ضد پر قائم رہی تو اُس کی ساری دولت و ثروت ضبط کر لی۔ مگر اب بھی باوفا شیرین کے استقلال میں فرق نہ آیا تب شیرویہ نے جھنجھلا کے شیرین کو زنا کی تہمت لگائی۔ اور دھمکی دی کہ میرا کہنا نہ مانا تو اس جرم کی سزا میں تم کو قتل کر ڈالوں گا۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو شیرین نے کہا "اچھا میں آپ کا حکم ماننے کو تیار ہوں مگر تین شرطوں سے" شیرویہ اُس کے عشق میں ایسا لایعقل ہو رہا تھا کہ کہا سب شرطیں بے سنے منظور ہیں۔ جو جو شرطیں ہوں بیان [illegible] "پہلی شرط تو یہ ہے کہ پرویز کے قاتلوں کو میرے حوالے کر دیجیے اور مجھے اختیار دیجیے کہ اُن کے ساتھ جو سلوک چاہوں کروں" شیرویہ نے فوراً ان تمام لوگوں کو جن کے ہاتھ سے باپ کو قتل کرایا تھا گرفتار کر کے اُس کے حوالے کر دیا۔ اور اُس نے سب کو قتل کر ڈالا اور کہا میری دوسری شرط یہ ہے کہ آپ بھرے دربار اور اعیان سلطنت کے مجمع عام میں علانیہ اعتراف کریں کہ مجھے جو زنا کی تہمت لگائی گئی ہے بالکل جھوٹ ہے" شیرویہ نے فوراً دربار عام کر کے علی رؤس الاشہاد اعتراف کر لیا کہ میں نے شیرین کو جو تہمت لگائی تھی وہ بالکل بے بنیاد غلط تھی اور وہ محض کذب و افترا تھا" دربار کو برخاست کرتے ہی وہ دوڑا ہوا شیرین کے پاس آیا اور کہا "تمہاری دوسری شرط بھی پوری ہو گئی۔ اب تیسری شرط بیان کرو" شیرین نے کہا "میری تیسری شرط یہ ہے کہ مجھے ذرا دیر کے لیے دخمے کے اندر اپنے باپ کی لاش کے پاس جانے دو [illegible] ایک چیز دی تھی اور وعدہ لیا تھا کہ اگر ان کے بعد کسی سے شادی کروں گی تو اسے خود اپنے ہاتھ سے لیجا کے ان کی لاش کے پاس [illegible] شیرویہ نے یہ شرط بھی

منظور کر لی۔ اور حکم دیا کہ دخمے کا دروازہ کھولا جائے لیکن جب شیرین وہان جانے کے لیے اُٹھی تو کہنے لگا، "مگر تم اکیلی وہان ڈرو گی۔ مین اپنے ایک غلام کو تمھارے ساتھ کیے دیتا ہون جو اندر تک تمھارے ساتھ رہے گا"۔

شیرین نے اُس مین تامل نہ کیا اور اس غلام کے ہمراہ دخمے کے دروازے پر پہونچی مگر وہان غلام کو دروازے پر ٹھہرا کے کہا "مین ابھی آتی ہون۔ تم خبردار نہ یہان سے ہٹنا۔ اور نہ کسی کو اندر آنے دینا"! غلام کو تعمیل حکم مین کیا عذر ہو سکتا تھا؟ وہین ٹھہر گیا۔ اور شیرین دخمے کے اندر داخل ہو کے پرویز کی لاش کے پاس پہونچی وہان پہلے شوہر کی لاش سے لپٹ کے بہت روئی۔ اور اُس کے بعد ایک زہر آلود انگوٹھی جسے ساتھ لیتی گئی تھی چوس چوس کر اپنی جان دے دی۔

خادم باہر کھڑے کھڑے جب بہت دیر ہوئی تو اس نے آواز دی اور نہ جب کچھ جواب نہ ملا تو کئی خادمون کے ساتھ اندر گھسا اور دیکھا کہ شیرین پرویز سے لپٹی اور ہم آغوش پڑی ہے پہلے اُسے پکارا۔ پھر پاس جا کے ہلایا۔ تو دیکھا کہ تن بیجان ہے اور شیرین بھی وہین پہونچ گئی۔ جہان اُس کا شوہر ہے آخر سب نے دخمے سے نکل کے اس کا دروازہ بند کیا۔ اور دوڑ کے شیرویہ کو خبر کی جو اپنی بیوقوفی و نامرادی پر نہایت ہی نادم ہوا۔ اور ایک سخت ترین روسیاہی ہمیشہ کے لیے اس کی قسمت مین لکھ دی گئی۔

ختم شد

منظور کر لی۔ اور حکم دیا کہ دخمے کا دروازہ کھولا جائے لیکن جب شیرین وہان جانے کے لیے اُٹھی تو کہنے لگا "مگر تم اکیلی وہان ڈرو گی۔ مین اپنے ایک غلام کو تمھارے ساتھ کیے دیتا ہون جو اندر تک تمھارے ساتھ رہے گا۔"

شیرین نے اُس مین تامل نہ کیا اور اس غلام کے ہمراہ دخمے کے دروازے پہ پہونچی مگر وہان غلام کو دروازے پہ ٹھہرا کے کہا مین ابھی آتی ہون۔ تم خبردار نہ یہان سے ہٹنا۔ اور نہ کسی کو اندر آنے دینا۔" غلام کو تعمیل حکم مین کیا عذر ہو سکتا تھا؟ وہین ٹھہر گیا۔ اور شیرین دخمے کے اندر داخل ہو کے پرویز کی لاش کے پاس پہونچی وہان پہلے شوہر کی لاش سے پیٹ کے بہت روئی۔ اور اُس کے بعد ایک زہر آلود انگوٹھی جسے ساتھ لیتی گئی تھی چوس چوس کر اپنی جان دے دی۔

خادم باہر کھڑے کھڑے جب بہت دیر ہو گئی تو اس نے آواز دی اور جب کچھ جواب نہ ملا تو کئی خادمون کے ساتھ اندر گھسا اور دیکھا کہ شیرین پرویز سے لپٹی اور ہم آغوش پڑی ہے پہلے اُسے پکارا۔ پھر پاس جا کے ہلایا۔ تو دیکھا کہ تن بیجان ہے اور شیرین بھی وہین پہونچ گئی۔ جہان اُس کا شوہر ہے آخر سب نے دخمے سے نکل کے اس کا دروازہ بند کیا۔ اور دوڑ کے شیرویہ کو خبر کی جو اپنی بیوقوفی و نامرادی پہ نہایت ہی نادم ہوا۔ اور ایک سخت ترین روسیاہی ہمیشہ کے لیے اس کی قسمت مین لکھ دی گئی۔

ختم شد